ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

بانی ادارہ: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راہِ دعوت کے فاقہ مست درویش

تم ان کو مجنون سمجھ کر اپنے جی کو سمجھا لو، لیکن وہ ایسے مجنون ہیں، کہ ان کا جنون تمھاری ہشیاری پر ہنستا ہے، تم ساری دُنیا کی دولت کما کر بھی وہ لذت وعیش، وہ نشاط وہ سرور، و انبساط ایک لمحہ کے لیے بھی حاصل نہیں کر سکتے جو وہ اپنا سب کچھ کھو کر، اپنے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہن کر، اپنے پاؤں میں زنجیروں کے حلقے ڈال کر، اپنے جسم کو زخموں سے چور کر کے، بلکہ اکثر اوقات دار ورسن کے نیچے کھڑے ہو کر حاصل کیا کرتے ہیں، تم میں ایک انسان نہیں جو ہفت اقلیم کی پادشاہت کا تاج پہن کر بھی اس لذت کو پا سکے جو راہِ دعوت کا ایک درویش و فاقہ مست، اپنے تلووں میں کانٹے چبھا کر حاصل کرتا ہے اور اپنی شہنشاہی کے آگے تمہارے چاندی اور سونے کے بڑے بڑے ٹکڑوں کو کنکر و پتھر کے ایک ڈھیر سے زیادہ نہیں پاتا

تم اس سے انکار مت کرو البتہ کہو کہ تم ان باتوں کے مخاطب نہیں ——— ابوالکلام آزاد

فی پرچہ: ایک روپیہ

باہم ناراضگی کی حد

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَءُ بِالسَّلَامِ۔

ترجمہ: حضرت ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کو یہ نہیں چاہیے کہ اپنے بھائی مسلمان سے میل جول تین رات سے زیادہ چھوڑے رکھے اور ایسی صورت ہو جائے کہ ایک جگہ دونوں اکٹھے ہوں تو یہ اس سے منہ پھیر لے اور وہ اس سے منہ پھیر لے۔ ان دونوں میں سے بہتر وہ ہوگا جو پہلے السلام علیکم کہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والے اچھی عادتیں اختیار کریں اور بری باتیں چھوڑ دیں۔ قرآن حکیم میں مسلمانوں کے آپس کے برتاؤ اور چال چلن کے سارے قاعدے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقع کے مطابق ان قاعدوں کو کھول کھول کر مسلمانوں کے سامنے بیان فرماتے رہتے تھے۔ تاکہ انہیں قرآن کے قاعدوں کے مطابق چلنا آجائے اور وہ آپس میں وہی برتاؤ کریں جو ان قاعدوں کے اندر رہ کر ہونا چاہیے۔

چنانچہ اس حدیث میں آپ نے اپنے امتیوں کو ہدایت فرمائی کہ اگر خدانخواستہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بگاڑ ہو جائے تو جتنی جلدی ہو سکے آپس میں صلح اور ملاپ کی کوشش کرنی چاہیئے۔ آپس میں ایک دوسرے سے روٹھے رہنے کی مدت تین دن سے زیادہ نہ بڑھے۔ کیوں کہ اسلامی طرز زندگی ہی ایسا ہے کہ مسلمان ہر وقت جمع ہوں۔ ان کا ایک دوسرے سے سامنا ہوتا ہو۔ انہیں پانچ وقت کی نمازوں میں اکٹھا ہونا جمعہ میں اور عیدوں کے دن جمع ہونا اور باقی کام بھی مل جل کر کرنا سکھایا گیا ہے۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ سب ایک جگہ اکٹھے ہوں اور درمیان میں بعض ایسے بھی ہوں جو ایک دوسرے کو دیکھ کر منہ پھیر لیں۔ اور بات چیت نہ کریں۔

آپس کی ناراضگی زیادہ سے زیادہ تین دن میں ختم ہو جانی چاہیے اور دونوں لڑائی کرنے والوں کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ جلد سے جلد ملاپ کریں۔

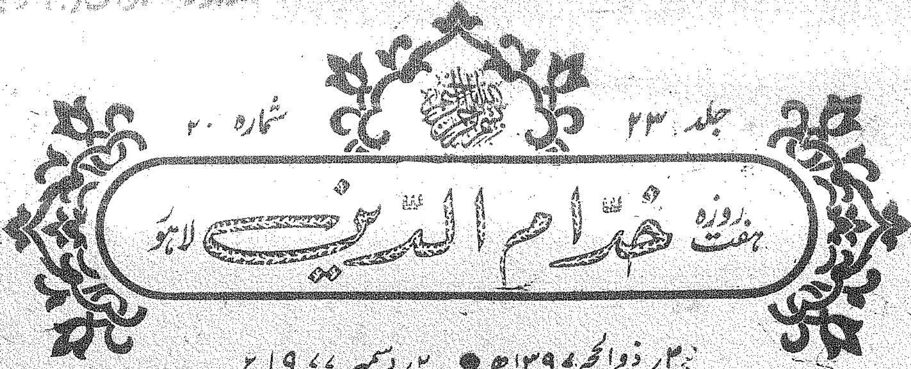
اب ان میں سے جو پہلے السلام علیکم کہہ کر اپنے مسلمان بھائی سے ملاپ کرے گا۔ وہی ان دونوں میں اچھا ہوگا۔ اس طرح ملاپ کرنے سے دنیا کی زندگی بھی درست ہوگی اور آخرت بھی سنور جائے گی۔ اور یہ برتاؤ دنیا بھر کے انسانوں کو ایک اچھا سبق سکھائے گا۔

اس نفاق اور اختلاف کے دور میں اسلام کی اس تعلیم کو عام کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ آج بھائی بھائی کا دشمن بنا ہوا ہے، ماں بیٹی میں وہ الفت نہیں۔ دوستی اور محبت کے پیمانے بدل گئے ہیں۔

اقوال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

- صدقہ فقیر کے سامنے عاجزی سے باادب پیش کر کیونکہ خوش دلی سے صدقہ دینا قبولیت کا نشان ہے۔
- عبادت ایک پیشہ ہے دکان اس کی خلوت ہے راس المال اس کا تقویٰ اور نفع اس کا جنت ہے۔
- توبہ بوڑھے سے خوب ہے لیکن جوان سے خوب تر ہے۔
- اس دن پہ رو جو تیری عمر کا گذر گیا اور اس میں نیکی نہیں کی۔
- مومن کے خوف و رجاء کو اگر وزن کریں تو دونوں برابر ہوں گے۔
- طالب دین عمل میں زیادتی کرتا ہے

(باقی ۲۸ پر)



۲۰ ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ • ۲ دسمبر ۱۹۷۷ء

رئیس الادارہ: جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور ○ رئیس التحریر: حضرت مولانا مفتی محمود ○ مدیر: محمد سعید الرحمن علوی

تجدید میثاق اور اصل ضرورت

جمہوری حکومت کی قائم کردہ اسلامی مشاورتی کونسل کے فیصلہ کے مطابق عید الاضحٰی کے مبارک و مسعود دن پاکستانی عوام نے "تجدید میثاق" کا دن منایا اور اس طرح اپنے خالق و مالک کے حضور عہد کیا کہ وہ آئندہ حتی الوسع اپنی زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق بسر کریں گے۔

اس پروگرام کی ریڈیو، ٹی وی کے علاوہ اخبارات کے ذریعہ بھی کافی تشہیر کی گئی اور عید کے خطبات میں خطباء حضرات نے بھی اس پر مفصل روشنی ڈالی۔

یہ تجویز بڑی مستحسن ہے اور اس کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں۔ لیکن چند باتوں کی طرف خصوصی توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔

۱۔ اسلامی مشاورتی کونسل اور اس جیسے ادارے قیام پاکستان سے اب تک برابر بنتے رہے جن کے ذریعہ اپنی زندگیوں کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کے لیے زبانی طور پر بہت کچھ کہا جاتا رہا۔ لیکن عمل کی طرف ٹھوس اور مؤثر پیش رفت آج تک نہ ہو سکی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ دن پہلے یہ خطرہ ہو چلا تھا کہ نفس اسلامی تشخص سے بھی ہم کہیں محروم نہ ہو جائیں۔ لیکن ع خدا شرے بر انگیزد کہ خیرے ما درآں باشد کے مصداق بھٹو کی طرف سے انتخابات میں دھاندلی کا فائدہ یہ ہوا کہ پوری ملت متحدہ قوت کے ساتھ اپنے حسین ماضی کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی اور نہ صرف "اسلامی تشخص" اجاگر ہوا بلکہ قوم نظام اسلام کے نفاذ کے لیے کفن بردوش میدان میں آ گئی۔

قوم کے اس جذبہ کو اسی طرح ٹھکانے لگایا جا سکتا ہے کہ انتہائی چابکدستی اور بیدار مغزی کا مظاہرہ کرکے اسلامی اصولوں کے عملی نفاذ کا فوری اہتمام کیا جائے بصورت دیگر بعض "دن منانا" کوئی سود مند نہ ہوگا۔ جمہوری حکومت جو پہلی حکومتوں سے کہیں زیادہ اسلامی نظام حیات کے معاملہ میں سنجیدگی کی مدعی ہے اس پر اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ منزل کی طرف مؤثر پیش رفت کرے۔

۲۔ اسلامی مشاورتی کونسل نے "اقامت صلاۃ" کے مسئلہ کو سماجی اور اخلاقی انقلاب سے منحق کرکے قانونی رابطہ سے گریز کا جو اعلان کیا ہے اس کی وجہ جواز ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ اول تو "ایتاء الزکوٰۃ" کے فریضہ کا قانونی احترام کرنا اور "اقامت صلاۃ" کے متعلق

یہ کہنا کہ قانون سے یہ مسئلہ حل ۔ ہوگا کچھ عجیب سی بات ہے۔

دوسرے یہ کہ مسلم حکمرانوں کی قانونی ذمہ داریوں میں اللہ تعالیٰ نے اقامت صلوٰۃ اور ایتاء الزکوٰۃ کو ساتھ ساتھ رکھا ہے (حج) اس کے ساتھ ہی مشرکین و کفار کے لیے یہ فرمانا کہ چند اعمال اپنا لیں تو تمہارے قانونی بھائی ہیں اور یہ کہ تم ان کا راستہ چھوڑ دو۔ خود اس بات کی دلیل ہے کہ نماز کا اہتمام اخلاقی و سماجی انقلاب سے کہیں زیادہ قانون کا متقاضی ہے۔ یاد رہے کہ جن اعمال کے اپنانے کے بعد مشرکین مسلمانوں کے قانونی بھائی گردانے جاتے ہیں۔ ان میں اقامت صلوٰۃ بھی ہے (توبہ) پھر فقہ کے چاروں مکاتب فکر نے بے نماز کے لیے قتل و قید کی جو سزا تجویز فرمائی ہے اس سے یہ اندازہ آسانی سے ہو جاتا ہے کہ مسئلہ کی نوعیت اخلاقی و سماجی انقلاب سے کہیں زیادہ قانونی ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ اسلامی مشاورتی کونسل اس کا اہتمام کرے کہ اللہ کی مخلوق پنجگانہ فریضہ کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہو جائے۔ دفاتر، کارخانوں اور فیکٹریز کے علاوہ ریل اور بس کے سفر وغیرہ کے دوران کم از کم عملاً اس کا اہتمام ہو جانا چاہیے۔ ورنہ خدشات جنم لیں گے جن کے نتائج کا اندازہ مشکل نہیں۔

اور آخر میں ہم عبوری حکومت کے ذمہ دار حضرات کو توجہ دلائیں گے کہ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی مملکت بنانے کے لیے آپ حضرات جو کچھ کہہ رہے ہیں، اس کو عملی جامہ پہنانے کی طرف فوری توجہ کریں۔ اسی طرح ملک کے مسائل حل ہوں گے۔ بصورت دیگر جس طرح مسائل سر اٹھا رہے ہیں انہیں دبانا مشکل ہوگا۔

وکلاء کی توجہ کے لیے

ہائی کورٹ لاہور کے دو فاضل ججوں نے قادیانیوں کی ایک "مسجد" کے متعلق ایک مقدمہ کا طویل فیصلہ (۲۵ صفحات پر مشتمل) کئی ماہ محفوظ رکھنے کے بعد سنا دیا۔ خلاصہ تو صرف یہی ہے کہ "عدالتیں مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتیں۔"

عدالتوں کے احترام اور ان کے حقوق کی خاطر جنگ لڑنے والوں میں ادنیٰ ترین رضاکار کی حیثیت سے شامل ہونے کا شرف رکھنے کے باوجود یہ عرض کرنا گستاخی نہ ہوگی کہ آئینی معاملات کی وضاحت عدلیہ کے ذمہ ہوتا ہے اور ۷۴ء کی آئینی ترمیم کے بعد جن مسائل نے جنم لیا ان میں ایک مسئلہ مرزائیوں کی مساجد کا بھی ہے۔ لیکن اس طرح کے ایک کیس میں یہ فیصلہ ہمارے لیے باعث حیرت ہے۔

معزز عدالت کے اس فیصلہ کو بنیاد بنا کر اگر جذبات صادقہ رکھنے والے مخلص مسلمان کوئی انتہائی اقدام کر گزریں۔ تو ظاہر ہے کہ دوسرا فریق عدالت کی طرف ہی رجوع کرے گا۔ اس کے بعد عدالت کیا پوزیشن اختیار کرے گی؟ کیا وہ اس وقت بھی یہی موقف اختیار کرے گی؟

بہرحال ہمارا خیال ہے کہ اس فیصلہ سے مساجد، عبادت گاہوں اور امام باڑوں وغیرہ کے متعلق بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہونے کا احتمال ہے جن کا ازالہ آئین و قانون کا بنیادی فرض ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ملک کے صفِ اول کے وکلا سامنے آکر ملک کے اسلامی تشخص کی خاطر اس مسئلہ کو ہاتھ میں لیں اور اس سے پہلے کہ کوئی ابتلا سر پر آ جائے نازک مسائل کو سلجھانے کا قومی فریضہ ادا کریں۔

افسوس ناک

خان عبدالغفار کی تازہ نظربندی انتہائی افسوس ناک ہے۔ آزادی وطن کی خاطر طویل اور صبر آزما جنگ لڑنے والے اس عظیم انسان کے ساتھ آزاد ملک میں یہ سلوک کسی طرح روا نہیں۔ سابقہ حکومتیں اپنی ضرورتوں کی خاطر خان موصوف سے تعاون کے لیے بے چین رہیں۔ لیکن جب خان نے ان کے ڈھب کا تعاون کرنا پسند نہ کیا اور غداری کی تہمتیں استوار کر دی گئیں۔ عبوری حکومت کے ذمہ دار جنرل ضیاء الحق صاحب نے پچھلے دنوں کی ملاقات کے بعد خان موصوف کی حب الوطنی کا جو واضح اعلان کیا

(باقی ۱۲ پر)

افادات محمود

مفکر اسلام مولانا مفتی محمود زید مجدہم کے ارشادات



ضبط و ترتیب: مولوی محمد یوسف خان

ناسخ و منسوخ

قرآن کریم میں ایک عظیم مسئلہ ناسخ و منسوخ کا بھی ہے۔ نیز ناسخ و منسوخ کی معرفت بھی ایک قابل توجہ مسئلہ ہے۔ دراصل ناسخ و منسوخ میں ایک اصطلاح متقدمین کی ہے کہ صحابہؓ و تابعین کے اقوال سے ایسی باتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ و تابعین نے لفظ نسخ کو لغوی معنی میں استعمال کیا ہے۔

لیکن اصولیین نے ایک منقح تعریف کی ہے۔

تعریف النسخ عند الاصولیین، بیان انتہاء مدۃ الحکم (یعنی مدتِ حکم کی انتہاء کا بیان کرنا) ایک حکم شرعی جو فی الواقع موقت و محدود تھا مؤبد نہ تھا۔ لیکن اللہ نے یہ نہ بتلایا کہ یہ مؤقت ہے۔ پھر جب ایک آیت اس حکم کو ختم کرنے کے لیے آئی تو مدت موقت کا اختتام معلوم ہوا۔

لہٰذا اگر نسخ کو قرآن کی ظاہر آیات پر محمول کیا جائے تو پورے قرآن مجید میں پانچ صد آیاتِ منسوخہ ملتی ہیں۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صاحب جلالین معمولی بات پہ تنسیخ آیت کا حکم لکھتے ہیں۔

اقسام النسخ

نسخ کی چند قسمیں ہیں:۔

اول منسوخ التلاوت، دوم منسوخ الحکم، سوم منسوخ التلاوت والحکم۔

منسوخ التلاوت میں بعض آیات ایسی ہیں کہ ان کا حکم تو باقی ہے۔ صرف تلاوت منسوخ ہے۔ جیسے آیت رجم ہے:۔

الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم: (الآیہ)

لہٰذا عمر فاروقؓ نے فرمایا:

الا لانجد حکم رجم فی کتاب اللہ فیضلوا قومھم بترک فریضۃ اللہ۔

لیکن چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم فرمایا تھا اس لیے یہ حکمِ رجم واضح ہے لیکن آیت کی تلاوت منسوخ ہوگئی۔

اور اس طرح کی منسوخ التلاوت آیات سے مقصد اللہ نے ہمارا امتحان لینا ہے کہ دیکھو یہ قوم ایمان بالظاہر لاتی ہے یا ایمان بالغیب بھی رکھتی ہے گویا کہ اس سے مقصد ہمارا امتحان لینا ہے۔

الغرض جیسا کہ معلوم ہوا کہ کل آیاتِ منسوخہ پانچ صد ہیں۔ لیکن اگر آپ ان کا احاطہ تنگ کریں اور مزید غور و فکر کریں تو ابن العربی کے قول کے مطابق کل آیاتِ منسوخہ بیس۲۰ ہیں۔

تفصیل آیات منسوخہ

اوّل : سورۃ بقرہ کی یہ آیت منسوخ ہے۔
كتب عليكم اذا حضر احدكم الموت حين الوصيه :(الآیہ)

اس آیت کی وجہ سے ہر شخص پر لازم تھا کہ وہ مرنے سے پہلے وصیت کرے۔ لیکن آج وصیت فرض نہیں ہے۔ کیونکہ یہ آیت میراث کی آیت يوصيكم الله فی اولادکم۔ (الآیہ) سے منسوخ ہے۔

لہٰذا معلوم ہُوا کہ آیت وصیت اس وقت تھی جب تک کہ میراث کے اصول نازل نہ ہوئے تھے لیکن جب اللہ نے تقسیم کر دیا۔ تو پھر تمہارا اختیار نہ رہا۔ پہلے تم خود فیصلہ کرتے تھے۔ ذوی الفروض ذوی الارحام اور عصبات ہیں۔

بلکہ صحیح حدیث میں ہے لا وصيه للوارث للوالدين والاقربين۔

غیر وارث کے لیے صحیح تو ہے لیکن جوازاً وجوباً نہیں۔ کہ آپ نے ثلث میں وصیت کی اجازت دی وقال الثلث کثیر۔ یعنی تیسرا حصّہ دینا یہ آپؐ کی مرضی نہیں بلکہ اجازت ہی صرف ثلث کی ہے۔

لہٰذا آپ نے واضح کر کے فرما دیا۔
لا ان تذر العائلة اغنياء من ان يتكففف الناس۔

لہٰذا اس حدیث سے بھی آیت کی تنسیخ معلوم ہوتی ہے۔

دوم : سورہ بقرہ کی یہ آیت منسوخ ہے
وعلى الذين يطيقونهٗ فدية طعام مسكين
یعنی جو لوگ طاقت رکھتے ہیں روزہ کی ان پر فدیہ ہے کہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا۔

یہاں پر بعض لا مقدر مانتے ہیں یعنی لا يطيقونه۔
بعض کہتے ہیں کہ يطيقون باب افعال ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کبھی کبھی سلب مأخذ ہوتا ہے لہٰذا اطاق ای سلب الطاقة۔
جیسے اجلات البعير یعنی اونٹ کی کھال کھینچ لی سلب کر لی۔

بہرحال یہ آیت منسوخ بھی ہو سکتی ہے۔ اس آیت سے۔ فمن شهد منكم الشهر فليصمه (الآیہ) لہٰذا اس آیت سے صوم فرض ہو گیا بالیقین۔ اور وَلا جو مقدر کیا جاتا ہے وہ لذی الفد یہ ہے۔

اب ہمارے ہاں لا مقدرہ کی دو صورتیں ہیں۔
اوّل کہ بالکل عاجز ہو گیا۔ شیخ فانی بن گیا۔ تو یہ عجز دائمی ہے۔ لہٰذا اس کے لیے فدیہ ہے۔ دوم۔ اگر ایسا مریض ہے کہ یہ زندگی بھر روزے نہ رکھ سکے گا۔ لا شتاءً اولا صيفًا۔ کہ عجز عن الصوم دائماً الی الموت ہے اور قضاء الی الموت ممکن نہیں ہے تو پھر لا يطيقونهٗ کا معنی ہے۔ لا يطيقونهٗ على التأبيلا۔ کیونکہ لا يطيقونهٗ معذور کے لیے ہے اور فمن شهد منكم "الخ" قادر کے لیے ہے تو دونوں آیات میں تطبیق ہے۔ لیکن یہ آیت محکم ہے۔

امام ولی اللہؒ نے ایک دلیل پیش کی ہے اس آیت کے محکم ہونے کی کہ وعلى الذين يطيقونهٗ سے مراد صدقہ فطر ہے۔ کہ جس کے پاس صدقہ فطر دینے کی طاقت نہ ہو تب بھی اس پر دینا لازم ہے۔ یعنی طعام دو وقت کا یہ صدقہ فطر ہے اور کفارہ ظہار میں اطعام ستين مسكينا سے ساٹھ صدقہ فطر مراد ہیں تو يطيقونهٗ کی ضمیر منصوب راجع الی الطعام ہے۔ یعنی ان لوگوں پر جو طاقت رکھتے ہیں غنی ہیں۔ وہ طعام مسکین کی طاقت رکھتے ہیں۔

اشکال : اس ضمیر منصوب کا مرجع قرینۃ طعام مسکین ہے۔ تو یہ اضمار قبل الذکر ہے کہ ضمیر الیٰ ما سبق راجع ہوتی ہے۔

جواب : امام شاہ ولی اللہؒ دہلوی نے جواب دیا ہے کہ اضمار قبل الذکر لفظاً و رتبۃً ناجائز ہے۔ لیکن یہ فقط اضمار قبل الذکر رتبۃً ہے لفظاً نہیں ہے۔

لہٰذا یہ جائز ہے۔ صاحب کافیہ نے مثال دی ہے کہ على التمرة مثلها زبداً یہ ناجائز ہے لیکن ضرب غلامہٗ زید میں زید فاعل مسند الیہ ہے یہ رتبۃً مقدم ہے چونکہ فاعل مقدم ہے۔ اصل میں عبارت یہ ہے ضرب زیدٌ غلامہٗ۔ اور یہ جائز ہے۔ یہاں بھی اسی طرح ہے کہ

و علی الذین یطیقونہ خبر مقدم ہے ۔ طعام مسکین مبتداء مؤخر ہے اور رتبہ میں مبتداء مقدم ہوتا ہے ۔ تو طعام مسند الیہ مقدم ہے ۔ لہذا اصل عبارت یہ ہے فدیۃ طعام مسکین علی الذین یطیقونہ ۔ لہذا یہ جائز ہے ۔

اشکال ۃ ضمیر کا مرجع مذکر ہونا چاہیے اور فدیہ مؤنث ہے ۔

الجواب : اس کا جواب شاہ ولی اللہؒ نے دیا ہے کہ فدیۃ طعام مسکین میں فدیہ بتاویل طعام مسکین مذکر ہے ۔ تو معنی یہ ہوا کہ فدیہ کرنا طعام مسکین کا واجب ہے ۔ ان لوگوں پر جو طاقت رکھتے ہیں فدیہ کی ۔

لہذا یہ آیت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک غیر منسوخ ہے ۔

الثالثہ

سورۃ البقرہ کی آیت "احل لکم لیلۃ الصیام الرفث" یہ ناسخ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم" کے لیے

اب یہاں کما کتب میں کاف تشبیہ کے لیے ہے اور ما قبل امتوں کا روزہ یہ ہوتا تھا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رات کو اس وقت تک کھا بھی سکتے تھے اور پی بھی سکتے تھے، جماع بھی کر سکتے تھے جب تک کہ سویا نہ ہو ۔ لیکن جب رات کو سو جائے تو پھر اس کے بعد یہ تینوں چیزیں حرام ہو جاتی تھیں ۔ چنانچہ وہ لوگ عشاء کے بعد نہ سوتے تھے ۔ سحری پہلے کھا لیتے تھے لیکن ہمارے ہاں ساری رات میں تینوں چیزیں حلال ہیں ۔ لہذا فرمایا کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض "الآیہ"

لہذا یہ آیت کما کتب علی الذین من قبلکم منسوخ ہوگئی لیکن یہ آیت محکم ہے ۔

اس لیے کہ یہاں التشبیہ فی نفس الفرضیہ ہے ۔ ای فُرض علیکم کما فُرض علی الذین من قبلکم ۔ اگرچہ تمام احکام گذشتہ روزوں جیسے نہیں ہیں ۔ لہذا جب اس آیت کا مصداق نفس تشبیہ ہے فرضیت میں ۔ تو پھر یہ منسوخ نہ ہوگی ۔

باقی جن صحابہ نے اس حکم پر عمل کیا تھا وہ اس لیے کہ ہماری امت فرضیت رمضان سے قبل پہلی امت کے روزوں کی طرز پر عمل کرتی تھی ۔ وہ عمل اس آیت کی وجہ سے تھا ۔ اس لیے منسوخ ہوگئی ۔

الرابعہ

سورہ بقرہ کی آیت "یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر" اس آیت سے معلوم ہوا کہ اشھر الحرام میں قتال حرام ہے لیکن اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ۔ "فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم" یا یہ آیت "قاتلوا المشرکین کافۃ" یا یہ آیت "حیث ثقفتموھم ۔ تو یہ بھی بظاہر ناسخ ہے ۔

لیکن یہ آیت محکم ہے ۔

لیکن یہاں بھی بلا وجہ نسخ کا حکم نہیں کریں گے ۔ اس لیے وہ جو آیت ہے ۔ قل قتال فیہ کبیر ۔ اس کے معنی یہ بنتے ہیں کہ قتال اشھر الحرام میں کبیر ہے ۔ والفتنۃ اکبر من القتل ہے ۔ یعنی فتنۃ کفر اکبر من القتل ہے ۔ معلوم ہوا کہ فتنہ فی الکفر اشھر الحرام میں قتل کو برداشت کرو ۔ لیکن قتل تولد منع الکفر ہے لہذا جب فتنہ موجود رہے اشھر الحرام میں تو قتال کرو ۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہاں اشھر الحرم میں حرمتِ قتال کا ذکر نہیں بلکہ جواز قتل فی الکفر بتلایا جا رہا ہے اس لیے یہ منسوخ نہ ہوگی ۔

الخامسہ

سورہ بقرہ کی آیت والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجاً وصیۃ لازواجھم متاعاً الی الحول غیر اخراج ۔ الآیہ ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدتِ عورت ۔ ایک سال کی ہے ۔ لیکن اس کے بعد دوسری آیت نازل ہوئی ۔ والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجاً یتربصن بانفسھن الخ (الآیہ) اس سے معلوم ہوا کہ اب عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے ۔

یہ نسخ صریح ہے لہذا تاویل کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے منسوخ ہوگئی ۔ نیز حبر ھذہ الامۃ حضرت عباس بن عباس رضؓ سے بھی منقول ہے کہ یہ منسوخ ہے ۔

السادسہ

سورۂ بقرہ کے آخر میں آیت ہے۔ وان تبدوا ما
فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ۔ (الآیہ)
یعنی اگر تم دلوں کی باتوں کو ظاہر کرو گے یا چھپاؤ گے
تو دونوں صورتوں میں اللہ تعالےٰ اس کا محاسبہ فرمائیں گے
اس کا معنی یہ ہوا کہ دل کی باتوں کا بھی حساب ہوگا۔
حالانکہ حدیث النفس (نفس کے خیالات وغیرہ) غیر اختیاری
ہے۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:۔
لا یکلف اللہ نفسًا الّا وسعہا (الآیہ) کہ اللہ تعالیٰ
اختیاری یعنی مکلفات کا حساب لے گا۔ غیر اختیار اور
غیر مکلّف کا حساب نہ ہوگا لہٰذا پہلی آیت منسوخ ہو گئی۔
لیکن یہ آیت محکم ہے۔
لیکن یہ بھی درست ہے یعنی آیت میں ما فی انفسکم
سے مراد حدیث النفس نہیں۔ بلکہ اخلاق نیت مراد ہے
یعنی انفسکم سے مراد عزم و ارادہ ہے اور حدیث النفس
جو کہ غیر اختیاری ہے یہاں مراد نہیں ہے۔
بالفاظ دیگر پہلی آیت ما فی انفسکم میں ما عموم کے
لیے ہے۔ لیکن بعد والی آیت سے خاص ہو گیا لہٰذا یہ
آیت بھی منسوخ نہ ہوگی۔

السابعہ

سورۃ آل عمران میں ہے۔ اتقوا اللہ حق تقاتہٖ۔
اللہ سے ڈرو۔ اور اللہ سے ڈرنے کا حق پورا کرو۔ لیکن
آیت منسوخ ہے اس آیت سے کہ فاتقوا اللہ ما استطعتم
سے ڈرو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو۔
لیکن یہ آیت محکم ہے۔
میرے خیال میں اس آیت کو منسوخ نہ سمجھا جائے تو
اچھا ہے کیونکہ اتقوا اللہ حق تقاتہٖ یہ اعتقادیات میں
ہے کہ عقیدہ میں شرک کا شائبہ تک نہ ہو اور ما استطعتم
الاعمال ہے یعنی جیسے کہ وضو کی استطاعت نہیں تو
تیمم کر لو۔ قیام کی استطاعت نہیں تو قعود کر لو۔ الغرض
اس میں استدراج ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ شرک و کفر میں
پورا ڈرو یعنی عقیدہ میں اس کی دلیل اس سے آگے
الفاظ ہیں۔ فرمایا۔ ولا تموتن الّا وانتم مسلمون۔ لہٰذا
آیت بھی منسوخ نہ ہوگی۔

الثامنہ

سورہ نساء میں ہے۔ والذین عقدت ایمانکم فاتوہم نصیبہم (الآیہ)۔

یعنی جن کے ساتھ تم نے قسم کھا کر عقد کر لیے ہیں یعنی عقد موالات کر لیا ہے تو اس کو بھی وراثت کا حصہ دو۔ کیونکہ ولاء موالات بھی وراثت کا سبب ہے۔ اس کے بعد آیت آئی و اولی الارحام بعضہم اولیاء بعض "الآیہ" کہ بعض اقرب الی الوارث ہیں۔ یہاں اولو الارحام کی اصطلاح مراد نہیں۔ یعنی ذوی الفروض اور عصبہ مراد نہیں بلکہ نسبی رشتہ داری مراد ہے اور قاعدہ ہے کہ اقرب النسب وارث ہوتا ہے۔ لہٰذا پہلی آیت منسوخ ہو گئی۔

لیکن یہ آیت بھی محکم ہے۔

یہ آیت بھی منسوخ نہیں ہے کیونکہ دوسری سے تو یہ معلوم ہوا کہ وراثت تو اولو الارحام کے لیے ہے البتہ صلۂ رحمی، احسان، بِر وغیرہ میں ولاءِ موالات کا حق ادا کرو۔ لہٰذا یہ آیت منسوخ نہ ہوگی۔

التاسعہ

بعض لوگوں کے نزدیک آیت ثامنہ کی طرح یہ آیت واذا حضر القسمۃ اولی القربٰی (الآیہ) اور اس کے بعد فرمایا "فارزقوہم" تو یہ بھی منسوخ ہے لیکن حق تو بالاتفاق وارثوں کا ہے۔ لہٰذا یہاں سے مراد یہ ہے کہ مستحب طریقہ دے دو تو معلوم ہوا کہ یہاں وراثت کا استحقاق مراد نہیں بلکہ اپنی آیت میں استحقاق وجوبی کا ذکر ہے اور یہاں استحقاق استحبابی کا ذکر ہے۔ اس لیے یہ آیت بھی منسوخ نہ ہوگی۔

العاشرہ

یہ آیت واللّٰتی یأتین الفاحشۃ منکم فاذوہما کہ جو عورتیں فحش فعل کا ارتکاب کرتی ہوں تو ان کو تھوڑی سی اذیت دے دو (دو تین طمانچہ لگا دو) یہاں تک صریح حکم آ جائے۔ یہ بھی منسوخ ہے سورۃ نساء

کی آیت سے کہ الزانیۃ والزانی الخ

لیکن یہ محکم ہے۔

یہ آیت بھی منسوخ نہیں کیونکہ پہلے محدود تھا کہ حکم آنے تک یہی کرو۔ یعنی ابتدائی حکم تھا۔ چونکہ لوگ قائم نہ تھے پھر یہ واضح حکم آ گیا۔ لہٰذا یہ آیت منسوخ نہ ہوگی۔

الحادیۃ العشرۃ

سورۃ المائدہ میں ہے ولا الشھر الحرام (الآیہ) شہر حرام کی آیت سے معلوم ہوا کہ الشھر الحرام میں قتال جائز نہیں ہے تو یہ آیت منسوخ ہے ان آیات سے جن میں اباحتِ قتال ہے جیسے "فاقتلوا المشرکین کافۃ" یا ایک حدیث سے منسوخ ہوگی۔ فرمایا علی ان دماءکم واموالکم حرامٌ کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک دن کی حرمت ہے۔ حرم کی زمین کے اندر ایک خاص ماہ میں۔ تو یہ حکم متعلق بالبلد حرام ہے تو فرمایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے اس حرمت کو دن کے ایک حصہ میں اٹھا لیا فتح مکہ کے وقت۔ لیکن اب قیامت کے لیے حرام ہے یعنی حرمت لوٹ آئی۔ اس لیے اب حرمت بالبلد ہے بالشھر نہیں ہے۔ اس لیے فرمایا۔ ومن دخلہ کان امنًا۔ "الآیہ"

الثانیہ العاشرۃ

فان جاءُوکَ فاحکم بینھم او اعرض عنھم (الآیہ) یعنی جب کوئی مقدمہ پیش ہو تو چاہے فیصلہ کر دو چاہے اعراض کرو۔ یہ منسوخ ہے اس آیت سے وان احکم بما انزل اللہ الیکَ "الآیہ" یعنی تم فیصلہ کرو ان کے درمیان جو اللہ نازل کرے۔

تو فیصلہ کرنا آپ پر لازم ہو گیا جبکہ پہلے اختیار بین الاعراض والحکم تھا۔ اب اختیار نہیں رہا بلکہ فیصلہ کرنا لازمی ہے یعنی جب اہل ذمۃ یہود و نصاریٰ آجائیں تو قرآن کے مطابق ان کا فیصلہ کرو۔ لہٰذا پہلی آیت منسوخ ہو گئی۔

لیکن یہ آیت محکم ہے۔

یہاں پر ایک تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ ہمیں اب بھی اس کا اختیار ہے کہ فیصلہ ہم ان کے احبار کے سپرد کر دیں یعنی ان حکم بینھم میں یہ بات ہے کہ پہلا اختیار بحالہٖ قائم ہے۔ لیکن آپ نے فیصلہ کرنے کو اختیار کیا تو فان اخترت الحکم فاحکم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم لہٰذا انسخ نہ ہوا کہ قرآن کے مطابق فیصلہ کرو اور ان کی کتابوں کے مطابق نہ کرو۔

الثالثۃ العاشرۃ

سورۃ انفال میں ہے ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین (الآیہ) یعنی دس گنا کا مقابلہ ہے۔ چنانچہ حکم یہ ہے کہ اگر دس گنا ہیں تو فرار کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ مقابلہ ضروری ہے۔ اس کے بعد میں اس کے ساتھ ساتھ حکم بدل دیا ہے۔ لہٰذا فرمایا الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفاء۔ اب ایک کا مقابلہ دو سے کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا پہلی آیت صراحتاً منسوخ ہے۔

الرابعۃ العاشرہ

سورۃ البرأۃ میں ہے انفروا خفافاً وثقالاً وجاھدوا فی سبیل اللہ کہ تم ہلکے ہو یعنی تمہارے پاس اسباب و وسائل کی کمی ہو یا تم ثقالاً ہو۔ بہرحال آپ کو جہاد کے لیے جانا ہوگا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی لیس علی الاعمیٰ حرج یا لیس علی الضعفاء۔ تو آیات سے معذورین مستثنیٰ ہیں۔ اس لیے پہلی آیت کو منسوخ سمجھا گیا ہے۔

لیکن یہ آیت محکم ہے۔

یہ آیت یہاں منسوخ نہ ہوگی چونکہ "انفروا خفافاً وثقالاً" کا تعلق بالوسائل ہے۔ اور لیس علی الضعفاء کا تعلق بالذاتیات ہے۔ لہٰذا نسخ نہ ہوگا۔

الخامسۃ العاشرہ

الزانی لاینکح الّا زانیۃً (الآیہ) یہ منسوخ ہے کیونکہ عفیفہ کے لیے کف نہیں ہے۔ ناسخ آیت یہ ہے وانکحوا الایامیٰ منکم (الآیہ) ایّم اس عورت کو کہتے ہیں کہ من لا زوج لھا (جس کا شوہر نہ ہو) تو بیوہ ہو یا غیر بیوہ اس میں زانیہ و غیر زانیہ کی

[illegible] نہیں اس لیے اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔
اس آیت سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ زانیہ چونکہ کبیرہ کا ارتکاب کر چکی ہے اور کبیرہ کے ارتکاب سے معتزلہ کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا

لیکن یہ آیت محکم ہے۔
کیونکہ انکحو الایامیٰ یہ عام ہے اور الزانی لاینکح یہ خاص ہے۔ والعام لاینسخ الخاص۔

السادسۃ العاشرہ

سورۂ نور میں ہے : لایستاذنکم الذین (الآیہ) کہ جو تمہارے غلام ہیں وہ بغیر اجازت کے تمہارے گھروں میں آسکتے ہیں۔ لیکن پھر آیت نازل ہوئی ثلث عورات لکم لیس علیکم جناح (الآیہ) لہذا پہلی آیت منسوخ ہوگئی۔
لیکن حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہ منسوخ نہیں ہے بلکہ بیان تعاون عمل ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضؓ نے تصریح کی ہے کہ یہ حکم اب بھی ہے۔

السابعۃ العاشرہ

سورۂ احزاب میں ہے لایحل لک النساء من بعد (الآیہ) اس سے بظاہر نکاح کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ لہذا اس کو منسوخ کر دیا۔
دوسری آیت سے فرمایا۔ انا احللنالک ازواجک اللتی اتیت اجورھن (الآیہ) لہذا معلوم ہوا کہ ازواج کی ممانعت منسوخ کر دی گئی ہے۔

الثامنۃ العاشرہ

سورۂ مجادلہ میں ہے۔ اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقۃ (الآیہ) اس سے معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے کے لیے پہلے صدقہ دینا واجب ہے۔ لیکن دوسری آیت یہ آئی ہے۔ فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم۔ یعنی آپ کے صدقہ کے لیے کچھ نہیں تو دینا بھی واجب نہیں۔ جبکہ پہلے وجوب تھا۔ لہذا پہلی آیت منسوخ ہو گئی۔

التاسعۃ العاشرہ

سورۂ مزمل میں ہے۔ یاایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا (الآیہ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کو نماز پڑھنا، نصف شب یا ثلث یا اس سے کچھ کم یہ واجب ہے فرض ہے۔ لیکن سورۂ مزمل میں دوسری آیت نازل ہوئی فاقرءوا ما تیسر من القران اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ اللیل کا وجوب منسوخ ہو گیا ہے۔

العشرین

سورۂ ممتحنہ میں ہے۔ فاتوا الذین ذھبت ازواجھم مثل ما انفقوا (الآیہ) ایک قول کے مطابق یہ آیت سیف سے منسوخ ہے۔ دوسرے قول کے مطابق آیت کے ذریعہ منسوخ ہے۔
لیکن میرے نزدیک یہ آیت محکم ہے لیکن حکم عام نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق جب ہے کہ مسلمان کمزور ہوں اور کافر غالب ہوں لہذا یہ منسوخ نہ ہوگی۔
تو اس طرح کے اقوال مفسرین نے بیس آیات میں نقل کیے ہیں۔ لیکن امام ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ تمام آیات محکم ہیں منسوخ نہیں ہیں سوائے پانچ آیات کے۔ گویا انہوں نے صرف پانچ آیات میں نسخ کا اعتراف کیا ہے۔
الاول : سورۂ بقرہ کی وہ آیت جس میں عدتِ متوفی عنھا زوجھا کا ذکر ہے والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج (الآیہ) یہ آیت منسوخ ہے۔ اور ناسخ آیت والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن الخ ہے۔
اور یہ بات صحیح بھی ہے اس لیے کہ متوفی عنھا زوجھا کی عدت بالاتفاق و بالاجماع چار ماہ دس دن ہے۔ عند جمیع العلماء والمجتھدین۔

حکمتِ "حج" کا ایک خاص پہلو

ابوالانصار محمد فاضل جابری

اللہ تعالٰی نے ماہ رمضان کے روزے مسلمانوں پر اس لیے فرض کیے تاکہ ان کے اندر "تقوٰی" پیدا ہو۔ اور تقوٰی کی حقیقت ہے "خدا سے ڈرنا"۔ یہ خوفِ خدا ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ یعنی جو شخص سچے دل سے یہ حقیقت تسلیم کرتا ہے کہ واقعی خدا موجود ہے۔ تو لازماً اس کی خوشنودی اور ناراضگی کا خیال بھی وہ رکھتا ہے۔ چنانچہ ناراضگی کے لحاظ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے منع کردہ امور یعنی نواہی سے بچا جائے کیونکہ یہی نواہی وہ گناہ ہیں جن سے خدا ناراض ہوتا ہے اس لیے کہ ان سے انسان کی روح آلودہ اور گندی ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس ترک گناہ سے روح صاف ستھری اور پاک رہتی ہے گویا تقوٰی کا ایک انجام یہ ہے کہ روح ترکِ معاصی کے ذریعہ سے پاکیزہ رہتی ہے۔

اس طرح جب روح گناہوں کی آلائش سے پاک ہو جاتی ہے تو وہ لقاءِ الٰہی کے لائق ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ اپنے پاک رہنے والے بندوں سے محبت رکھتا ہے۔ گویا گناہوں سے بچ کر انسان خدا کی دوستی اور محبت کا اہل ہو جاتا ہے اور اس کے لیے قرب و لقاء اور حضوری و پذیرائی کی راہ کھل جاتی ہے۔ تو یہ ترک گناہ ایک طرح کا غسل روح ہوا۔ جب دوستوں کی ملاقات کی تیاری کی جاتی ہے تو دستور یہی ہے کہ آدمی پہلے نہا دھو کر اپنے آپ کو میل کچیل سے صاف کرتا ہے۔ جب غسل ہو چکتا ہے تو دوست کی شایانِ شان لباس پہنتا ہے۔ جتنا جمیل اور عظیم دوست ہوتا ہے اپنی بساط کے مطابق اتنی ہی نفیس اور قیمتی پوشاک پہن کر اپنے اندر بھی حتی المقدور وہ صفا و جمال پیدا کیا جاتا ہے۔

اب ایک پاکیزہ روح کے لیے اعمال صالحہ اور سیرت حسنہ کے سوا عمدہ لباس کیا ہو سکتا ہے؟ جب ایک صاحبِ ایمان خدا کے فرمودہ احکام یعنی "اوامر" بجا لاتا ہے تو یہی فرمانبرداری حسب انسانیت ایسا زیب اور پہناوا لگتا ہے جو روح کو لباس کی طرح آراستہ و پیراستہ اور جاذبیت جمال عطا کرتا ہے۔ چنانچہ جب طاعات و عبادات الٰہی کی پوشاک پہنتا ہے تو وہ تقوٰی کے دوسرے تقاضے کو پورا کرتا ہے یعنی وہ ترک نواہی کے بعد اوامر کی بجا آ سے خدا کی خوشنودی کا طلبگار ہوتا ہے۔

الغرض گناہوں کو چھوڑ کر انسان روح کو غسل دیتا ہے اور خدا کی ناراضگی سے بچتا ہے اور اعمال صا کو بجا لا کر اپنی روح کو مزین کرتا اور زیبا بناتا وہ جب یہ دونوں کام کر لیتا ہے تو گویا محبوب حقیقی رب العالمین کی ملاقات کے لیے اس کی تیاری مکمل ہو جاتی

یہ ترکِ معاصی اور بجا آوری احکام خداوندی نفیاً اثباتاً تقوٰی ہی کے دو ایسے تقاضے ہیں جنہیں یکجا کر ہی سے "عبادت الٰہی" اور "اطاعات الٰہی" ظہور پذیر ہے۔ ماہِ رمضان اسی صفتِ تقوٰی کو روزوں کے ذ سے نشو و نما دینے کا ایک زریں موقع فراہم کرتا ہے۔ لوگ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس ماہِ مبا میں روزے رکھ کر گناہوں سے بچتے اور نیکیوں میں مص رہتے ہیں ان کی روح ایک ماہ کے لگاتار اہتمام اطاع سے لازماً پاک و مزین ہو کر اپنے حقیقی صاحب جمال و لقا محبوب کی ملاقات کے لائق ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اس مبارک مہینے کے گزرتے ہی حج کے ایام شروع ہو جاتے مقصد یہ ہے کہ یہی حج کی حقیقت بھی ہے کہ

کہ جن بندوں نے اپنے آپ کو روزوں کے ذریعہ سے اپنے حقیقی مولیٰ و دوست کی حضوری یعنی لقاءِ الٰہی کے لیے گناہوں سے معاف ہو کر اور اعمالِ حسنہ سے سنوار کر تیار کر لیا ہے ان کے لیے اب "دعوتِ ملاقات" ہے۔ انہیں اگر استطاعت ہے تو وہ روح کے غسل اور باطن کی زیب و آرائش کے بعد اپنے رب کی روحانی اور باطنی ملاقات کے لیے زادِ سفر باندھیں اور چل پڑیں۔ اور عرفہ کے دن میدان عرفات میں پہنچ جائیں کہ یہی وقت اور مقام خدا نے اپنی معنوی، باطنی اور روحانی ملاقات کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ عرفہ لمحۂ طور اور عرفات میقاتِ طور اور بقعۂ لقاء و عرفان ہے۔ یہاں خدا اپنے ذی استطاعت ملاقاتیوں کو بلاتا، اپنے قربِ خاص سے نوازتا اور کیفِ لقاء اور سرورِ معرفت عطا کرتا ہے۔

اور وہ جو اس "زیارت گاہ" تک پہنچنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں وہ اپنے دل و دماغ میں فراموشی و مہجوری کی چھائی ہوئی تاریکیوں کے اندر تمنائے زیارت و لقاء کی شمع جلا کر اور تذکرۂ ملتِ ابراہیم خلیل کی متاع فراہم کر کے جہاں کہیں ہوں اپنے "حال و قال" کو حاجیوں کے تصور سے سرشار اور حتی الامکان ہمرنگ بنا لیں کہ ان کے لیے ملاقات کی یہی صورت ہے۔ کیونکہ "یوم عرفہ" جو "لقاءِ الٰہی" کا دن ہے وہ سب کے لیے آتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مالدار ملاقاتیوں کو خدا اپنی ملاقات کے لیے "دربارِ عرفات" میں مدعو کرتا ہے اور نادار تمنائیوں کے پاس ان کے "کاشانۂ قلب" میں رحمت، مغفرت اور طمانیت کے جلو میں خود ورود و نزول فرماتا ہے اور جب وہ عیدگاہوں کے میدانوں میں نکل کر اس کے سربسجود ہو کر حتی المقدور عرفاتیوں کے مشابہ ہوتے ہیں اور صاحب نصاب مشتاقانِ جمال قربانی دے کر سنتِ ابراہیم کی یاد تازہ کرتے ہیں تو وہ انہیں قربِ خاص کی بشارت دیتا اور شرفِ مغفرت و رضا سے نوازتا ہے۔ اور اس کا کرم ہے کہ اس نے غیر حاجیوں کے لیے اور عرفات سے دور دراز کے مکینوں کے لیے عرصۂ ملاقات کو "ایام تشریق" ۹ ذوالحجہ یوم عرفہ سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کی عصر تک بڑھا دیا ہے۔ ان ایام میں پنجگانہ نماز جماعت کے بعد بآوازِ تکبیریں اسی لیے واجب ہیں کہ نماز مومن کے لیے بھی معراج قرار دی گئی ہے تو ان دنوں اس موقع پر یہ تکبیریں بمصداق "ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے" کیفیت تصورِ معراج و ملاقات اور ہمکلامی بخدا کو دوآتشہ سہ آتشہ کر دیتی ہیں اور یوں ساری امتِ مسلمہ کیفِ ابراہیمی سے سال بسال سرشار و تازہ دم ہوتی رہتی ہے۔

ملتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہمیت یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی اس کو اپنانے اور اس کی اتباع اور پیروی کرنے کی وحی کی ہے اور حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام امت مسلمہ کو بھی خصوصیت کے ساتھ ملت ابراہیمؑ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ گویا تمام اولین و آخرین انبیاء اور ان کی امتوں کو زندگی کی جو روش ضروری اور زیب دیتی ہے وہ سب کے لیے ایک ہی ہے اور وہ ہے "ابراہیمی روش" یہ ابراہیمی روش

بقیہ : اداریہ

تھا اس سے اندازہ ہو چلا تھا کہ شاید مسائل سلجھ جائیں اور غداری کے فرضی افسانے ختم ہو جائیں لیکن ائیر مارشل اصغر خان کی قومی اتحاد سے علیحدگی، اصغر و قیوم سمجھوتے کے امکانات اور مشاورتی کونسل کے لیے اخبارات میں آنے والے بعض بدنام ترین افراد کے ناموں کے پس منظر میں تازہ نظربندی کو دیکھا جائے تو معاملات کی تہہ تک پہنچنا آسان ہو گا۔ حیدرآباد ٹریبونل جو خان موصوف کی پریشانی کا باعث ہے اسے ختم نہ کرنا اور بھٹو کے دورِ استبداد کے اسیروں کے ساتھ اسی سلوک کو روا رکھنا قرینِ انصاف نہیں۔

ملک کے بہترین مستقبل کی آرزو رکھنے والا ہر فرد چاہتا ہے کہ مسائل کو بہتر طریق سے سلجھایا جائے اور اس کا طریق یہی ہے کہ حق و انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں۔ ہم جہاں خان عبدالغفار خاں کی نظربندی ختم کرنے اور ان کے علاج کا معقول انتظام کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں وہاں اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ حیدرآباد ٹریبونل توڑ کر خان عبدالولی خان اور ان کے رفقاء کو آزاد کیا جائے تاکہ یہ حضرات ملکی معاملات میں اپنا کردار ادا کر سکیں اور ملک ان کی صلاحیتوں

پیغمبر عربی اور ہم

ایسے وقت میں جب کہ دنیا میں جہالت کا گھٹا ٹوپ چھایا ہوا تھا۔ خدائے وحدہ لاشریک کی رحمت و رأفت دنیا سے اٹھ گئی تھی بندے اپنے معبود حقیقی سے غافل ہو چکے تھے۔ مخلوق میں ایسا کوئی نہ تھا جو اپنے خالق کو ڈھونڈے کوئی قدم نہ تھا جو ایک طرف دوڑے کوئی آنکھ نہ تھی جو اس کے لئے اشکبار ہو کوئی دل نہ تھا جو اس کے ہو کوئی روح نہ تھی جو اسے پیار کرے۔

غرض ہر انسان کا ضمیر مرجھا چکا تھا۔ فطرت حسن حقیقی عصیاں عالم کی تاریکی میں چھپ گیا تھا۔ اوہام پرستی اور خود غرضی کے جوش میں اختلافات و نزاعات اور جھگڑوں اور لڑائیوں کے دریا امنڈ آئے تھے جن کے طوفان عظیم سے خداوند تعالے کے سابقہ انبیاء کرام کی بنائے ملت تک بہ چکی تھی۔

اس طوفان بے تمیزی کو تھامنے اور دنیا کی بدترین حالت کو بہتر بنانے کے لئے خالق ارض وسما جل جلالہ نے اپنے برگزیدہ بندے اور جلیل القدر پیغمبر حضور محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ سید الانبیاء امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ۱۲ ربیع الاول بروز پیر پیدا کیا۔

ماہ ربیع الاول کا وہ مقدس مہینہ جس میں ایسے جلیل القدر پیغمبر دنیا میں تشریف لائے۔ کہ جن کی آمد سے ایوان کسریٰ کے کنگرے منہدم ہو گئے۔ گمراہی ضلالت کا آتش کدہ آن واحد میں سرد ہو گیا آج کا مبارک دن نبی معظم رحمت للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا دن ہے جن کی رحمت و شفقت اور ہدایت و تعلیم کسی خاص فرقہ خاص نسل یا خاص ملت و قوم یا کسی خاص خطہ ارض کے لئے نہیں تھی بلکہ ان کا پیغام تمام عالموں اور سب کو دعوت عمل دے رہا ہے وہ سب کے لئے ہے سارے زمانے سارے ملکوں اور تمام قوموں کے لئے ہے۔ اور ان کا دیا ہوا ضابطہ حیات قیامت تک کے لئے نافذ العمل ہے کیونکہ آپ خاتم النبیین تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام دنیا کے اتباع کے لئے کامل تھے ان کی خاص تاریخی شخصیت ہی ہے کہ انہوں نے خود کو انسانوں میں ایک عظیم انسان ثابت کیا۔ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں بے نظیر و یکتا تھے۔ وہ صرف ہادی و رہبر ہی نہ تھے بلکہ کامیاب سیاستدان اور مدبر بھی تھے اور ساتھ ہی ساتھ ایک ماہر جنگ اور کمانڈر کی زندگی ہر کسی کے لئے شمع ہدایت تھے

آج انہی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہے جن کی ولادت بھی بنی آدم کے لئے اللہ تعالے کا احسان عظیم ہے۔ جن کی انسانوں سے محبت اور عفو درگذر کی صفت اللہ تبارک و تعالے رب العرش العظیم خود قرآن حکیم کی سورۃ توبہ کے آخر میں فرماتے ہیں۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ
ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رءوف الرحیم
فان تولو فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ
توکلت وھو رب العرش العظیم

ترجمہ:۔ تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تمہی میں سے ہے تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے۔ تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے۔ مومنوں کے لئے وہ شفیق اور رحیم ہے اب اگر یہ لوگ تم سے منہ پھیرتے ہیں۔ تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دو کہ میرے لئے بس اللہ کافی ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر وہ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ مالک ہے عرش عظیم کا۔

اس آیت میں اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے ایک رسول بھیجا ہے۔ امت پر کوئی بھی تکلیف اس کے لئے شاق ہے۔ انہیں بڑی تمنا رہتی ہے کہ تم ہدایت پر جاؤ۔ دنیوی اور آخری نفع اندوزی

سر سکو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت سے قریب کرنے والی اور دوزخ سے دور کرنے والی کوئی ذرا سی بات بھی باقی نہ رہی - جو میں نے تمہیں نہ بتا دی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ پاک نے ہر حرام وناجائز چیز کے متعلق مکمل طور پر تمہیں سمجھا دیا ہے۔ اگر تم اس کے محرمات سے دور نہ رہو گے تو میں تمہیں بتلا دیتا ہوں کہ دوزخ کے شعلوں میں ایسے گرو گے جیسے پروانہ شمع پر گرتا ہے

ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور بہت مہربان ہیں پھر اللہ تعالے ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اگر یہ لوگ اس سے پیٹھ پھیریں تو کہہ دو کہ اللہ مجھے کافی ہے میں تم پہ نہیں اس پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ خدا ہر شے کا خالق و مالک ہے وہ عرش عظیم کا رب ہے۔ اس کا عرش عظیم   مخلوقات ہے زمین و آسمان کی ساری مخلوق اس کے عرش تلے ہے۔ ساری مخلوق اس کے قبضہ وقدرت میں ہے۔ اس کا علم ہر شے پہ محیط ہے۔

آپ نبی معصوم ہونے کے باوجود ہر لحہ عبادت میں مشغول رہے۔ جن کی عبودیت اور بندگی سے اللہ تعالے کا ساری مخلوق متاثر ہوتی ہے۔

آج ہم اس بزرگ و برتر اور معظم و محسن نبی اور رسول رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جشن ولادت منا رہے ہیں۔ جو خدائے وحدہٗ لاشریک کے حبیب اور انسانیت کے علمبردار تھے جن کی آمد کی گواہی گزشتہ انبیاء کرام علیہم والسلام اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ مقدس کتابوں نے دی ہے جو رحمت للعلمین بن کر آئے اور جنہوں نے ظلم وستم اور کفر وشرک اور جہالت اور غلامی کے پردوں کو چاک کر دیا۔ آج ہم اس مقدس موقع پر جتنی بھی خوشیاں منائیں کم ہیں لیکن کیا یہ ہماری خوشیاں حقیقی ہیں ؟ اور کیا ہم جشن ولادت النبی منانے کے مستحق ہیں ؟ ان باتوں پر ہم نے کبھی غور نہیں کیا۔ اگر یوم ولادت النبی کی سالانہ تقریبات کے صحیح مفہوم کو سمجھ کر اپنے ضمیر کا جائزہ لیں۔ اور یہ بھی خیال کریں کہ ان کے منانے پر ہم کس قدر روپیہ اور وقت ضائع کرتے ہیں۔ ہم سب کو چاہئے کہ اس عظیم دن میں خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے اپنے جلیل القدر عظیم المرتبت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما کر ہم پر بڑا احسان کیا۔ ہمیں چاہئے کہ اس روز نماز پنجگانہ کے علاوہ شکرانے کے طور پر نفل نماز ادا کریں ، جس قدر ہو سکے نفل پڑھیں۔ قرآن حکیم کی تلاوت کریں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر کثرت سے درود وسلام پڑھیں اور جو روپیہ سجاوٹ اور زیب و زینت پر خرچ کرتے ہیں۔ یہی روپیہ اگر غربا و مساکین پر صرف کریں اور ان کی فلاح و بہبود اور اسلام کی تبلیغ پر صرف کریں۔ تو انشا اللہ العزیز اللہ تعالے آپ کی کمائی برکت دے گا۔ اور دنیا و آخرت کامرانی عطا فرمائے گا۔ بشرطیکہ خلوص دل سے حلال کمائی کا روپیہ خدا کی راہ میں خرچ کریں اور عبادت الٰہی خلوص دل اور خشوع وخضوع سے کریں۔

ہم لوگوں نے کبھی اس بات پر بھی غور کیا۔ کہ ہم جس عظیم انسان کا جشن ولادت منا رہے ہیں جس کے ذکر و فکر کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں۔ ان کے اصولوں کو اپنانے میں ہم کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں ؟ ہم عید میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں اور نعت نبی کے ترانوں سے زمین و آسمان کو ایک کر دیتے ہیں ۔ حب نبی کو ظاہر کرنے کے لئے بیش قیمت آرائش مہیا کرتے ہیں گلی کوچوں کو برقی لیمپوں سے روشن کرتے ہیں۔ اور دل کھول کر روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ لیکن کیا کبھی ہم نے اپنے دل و دماغ پر بھی غور کیا کہ وہ روحانیت و معرفت کے نور سے کس قدر روشن اور منور ہیں ؟

ہمارے دل و دماغ تو   وعشرت اور لہو و لعب کی کثافتوں سے اس قدر زنگ آلود ہو چکے ہیں۔ کہ ان دنیاوی مسرتوں سے آگے کچھ نہیں دیکھ سکتے اور نہ ان کے متعلق سوچ سکتے ہیں کیا ہم نے کبھی اس بات پر بھی غور کیا کہ حب نبی ہم سے کیا کرتی ہے اور ہم کو کیا کرنا چاہیئے ؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حب نبی ہم سے مطالبہ کرتی ہے۔ کہ ہم آج سے یہ عہد کریں کہ ہم اطیعو اللہ وا طیعو الرسول کو ہر لمحہ مدنظر رکھیں گے اور قولی و فعلی اور عملی طور پر اس سے پیچھے نہ رہیں گے فرائض کو ترک نہ کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کو بڑھاتے رہیں گے اس کی تبلیغ کریں گے حرام و حلال کی پابندی کریں گے اور حدود الٰہی سے تجاوز نہ کریں گے۔ اور سنت رسول اللہ کی پیروی کریں گے۔ اللہ کرے کہ ہم اپنے اس نخذ عہد سے بے وفائی نہ کریں۔ امین۔

اگر ہم نے اب بھی آنکھیں نہ کھولیں تو ہمارے یہ جشن میلاد النبی سجائے ہوئے سٹیج اور ان پر حمد و نعت کی ترانہ خیزیاں اس بات کی ضمن نہیں ہو سکتی کہ ہم اس جلیل القدر نبی کے

ترجمان اور تابع ہیں اور ہم آپ کی تقلید کرتے اور آپ ہی کی سنت کی پیروی کر رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ہم فی الحال تو اس کے بالکل برعکس ہیں۔ ہم اسلام سے بہت دور جا چکے ہیں اور غفلت میں پڑے ہیں۔ ہم تو ان کی دی ہوئی دولت کو اپنے ہی ہاتھوں لٹا چکے ہیں۔ آج ہمارا ہر عمل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصولوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے آج ہمارا وجود بھی اسلام کے لئے ایک بدنما دھبہ بن چکا ہے ہمارے ایمان کی بنیادیں شکستہ ہو چکی ہیں۔ ہمیں اپنی آئندہ زندگی اور آخرت سے کوئی خوف نہیں رہا۔ ہمارے دل کی دنیا تاریک ہو چکی ہے۔ ہمارا احساس عمل فنا ہو چکا ہے۔ ہم نے امام الانبیاء کے اصولوں کو اپنانے کی بجائے پس پشت ڈال دیا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ذہن اور ضمیر دونوں غلام ہو چکے ہیں۔ کبھی ہم اپنا شہنشاہ صرف اللہ رب العزت وہ اپنے وحدہٗ لاشریک کو تصور کرتے تھے ہماری عبادت صرف ایک ہی خدا کے لئے ہوتی تھی ہم صرف اسی ذات واحد اللہ رب العزت کے تھا۔ ہمارا عشق و محبت اور ہماری عقیدت و فرماں برداری صرف اسی خدائے واحد کے لئے تھی جو جمیع مخلوقات اور ساری کائنات کا مالک و حاکم ہے۔ یہی ہمارا اسلام اور ایمان تھا۔ لیکن آج ہم ایمان کی اس پختہ بنیاد خود اپنے ہاتھوں کمزور کر چکے ہیں۔ ہماری نظریں اللہ عزوجل کے علاوہ دوسروں کے رحم و کرم پر مرکوز ہیں۔ ہماری روح ایمان کی روشنی سے محروم ہو گئی ہے۔ ہماری صداقت و حق گوئی فنا ہو چکی ہے۔

عید میلاد النبی اس وقت تک ہمارے لئے عید نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم رسول خدا حضور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصولوں پر عمل پیرا نہ ہوں جب تک ہم اپنی گم کردہ عظمتوں کو سمجھنے لگیں۔ جب تک ہمیں اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں قرآن حکیم کو مدنظر نہ رکھیں جو کہ ہمارے لئے مکمل اور کامل ضابطہ حیات ہے اور جو کہ قیامت تک کے لئے نافذ العمل ہے۔ میں اب اس دعا کے ساتھ اپنا یہ مضمون ختم کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت ہمیں اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور زندگی کے ہر لمحہ میں قرآن حکیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی عزت دے اور آخرت میں بھی عزت اور بچا ہمیں دوزخ کے عذاب سے۔ آمین ثم آمین۔

بقیہ: حکمت حج

کیا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے خداوند تعالےٰ کے اس ارشاد پر غور کرنا چاہیے۔

"اور ملتِ ابراہیم (یعنی روشِ ابراہیم) سے کون نفرت و روگردانی کر سکتا ہے؟ سوائے اس کے جو اپنے آپ کو احمق ہی بنا لے (ابراہیمؑ کا درست اور قابل رشک و اتباع رویہ تو بس یہ تھا کہ) جب اس کے رب نے اسے کہا کہ" تو فرمانبردار بن جا (تو اس نے جواب میں) کہا کہ" میں تمام جہانوں کے مالک کا فرمانبردار بن گیا"۔ (پ۱: ۱۶)

یعنی روشِ ابراہیم کا مفہوم و خلاصہ صرف اتنا ہے کہ وہ رب العالمین کا سراپا فرمانبردار، ہمہ وقتی فرمانبردار، اور دائمی فرمانبردار بن گیا تھا اور تمام بنی نوع انسان کے لیے یہی روش درست اور مطلوبِ خداوندی ہے۔ کیونکہ ؎

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

بقیہ: افاداتِ محمود

الثانی: آیت وصیت ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت، ان ترک خیرن الوصیة للوالدین والاقربین (الآیہ) اس کے لیے ناسخ آیت مواریث ہے۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم" الخ" جس میں میراث کا تعین کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ پوری امت کا اجماع ہے کہ ورثاء کے لیے' والدین و اقرباء کے لیے حکم ہے کہ لا وصیة للوارث۔

الثالث: سورۃ انفال کی آیت ہے۔ ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین (الآیہ) یہ اس آیت سے منسوخ ہو گئی کہ الآن خفف اللہ عنکم (الآیہ) (جیسا کہ ابھی گذرا ہے)

الرابع: سورہ مجادلہ کی آیت ہے اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقة۔ اس کی ناسخ آیت فان لم تجدوا الخ۔ (جیسا کہ تفصیل سے گذرا)

الخامس: سورہ مزمل کی آیت قم اللیل الا قلیلا۔ اس کی ناسخ فاقرءوا ما تیسر من القرآن

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ

مرسلہ : ابوالمظفر ظفر احمد قادری

۱- حضرت اقدس شاہ صاحب ابھی بارہ سال کے تھے کہ حضرت کے والد شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا- چند شاگرد (مولوی) اس خاندان کے قصبہ پھلت سے گاڑی کرایہ پر لے کر دہلی چلے- راستہ میں علماء کرام باہم علمی بحث کرنے لگے- گاڑی بان ہندو تھا- اُس نے علماء سے سوال کیا کہ ایک میری بات بتلاؤ خُدا ہندو ہے کہ مسلمان؟ سب مولویوں نے اُس کی سمجھ کے موافق جواب دینے سے عاجز ہو کر کہا کہ دہلی میں چل کر بڑے مولوی صاحب سے تیری بات کا جواب لے دیں گے- جب دہلی پہنچے تو حضرت مولاناؒ سے ملاقات ہوئی- اس گاڑی بان نے کسی سے پُوچھا کہ بڑے مولوی صاحب یہ ہیں؟- لوگوں نے کہا، ہاں! گاڑی بان نے مولوی صاحبان قصبہ پھلت سے کہا کہ میری بات کا جواب لے دیں، تو گاڑی بان نے براہِ راست حضرتؒ سے سوال کیا- حضرتؒ نے فرمایا جو ہم کہیں اُسے خُوب سمجھو- فرمایا کہ اگر خُدا ہندو ہوتا گئو ہتیا نہ ہوتی- یہ سُن کر وہ مسلمان ہو گیا-

۲- ایک پادری صاحب دہلی میں مباحثہ کرنے کے لیے آئے- مسٹر مٹکف صاحب بہادر ایجنٹ گورنر نے پادری صاحب سے کہا کہ شرط مقرر کرنی چاہیئے، جو ہار جائے اُس سے دو ہزار روپے لیے جائیں گے- اگر مولوی صاحب ہار گئے تو میں ادا کروں گا، (کس لیے کہ وہ غریب ہیں)- جب یہ بات ٹھہر گئی تو پادری صاحب کو حضرتؒ کی خدمت میں لائے اور پادری صاحب نے کہا ہم سوال کرتے ہیں اور جواب اس کا معقول چاہتے ہیں منقول نہ ہو- جب یہ بات طے ہو گئی تو پادری صاحب نے کہا کہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حبیب ہیں؟ آپؒ نے فرمایا، ہاں! پادری صاحب نے کہا کہ پھر تمہارے پیغمبرؐ علیہ السلام نے بوقتِ قتلِ حسینؓ فریاد نہ کی؟ حالانکہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے خدا تعالیٰ ضرور توجہ فرماتا؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ پیغمبرؐ فریاد کے واسطے جو تشریف لے گئے تو پردہ غیب سے آواز آئی ہاں تمہارے نواسے پر قوم نے ظلم کیا ہے اور شہید کیا- لیکن ہم کو اس وقت اپنے بیٹے عیسٰیؑ کا صلیب پر چڑھانا یاد آیا ہوا ہے، یہ سُن کر پیغمبرؐ صاحب خاموش ہو گئے- پادری صاحب لاجواب ہو گئے اور دو ہزار روپے شرط کے ادا کیے-

۳- عشرۂ محرم الحرام کو مولاناؒ درس فرمایا کرتے تھے ہزارہا آدمی موجود تھے- مجمع جمع تھا- اہلِ تشیع کے ہاں بھی اُس وقت کتاب اور مرثیہ بند ہو جاتا تھا- ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت امام حسینؓ اور یزید کا مقابلہ تھا تو حق تعالیٰ کس طرف تھے- حضرتؒ نے فرمایا کہ میزانِ عدل پر تھے کہ صبر حسینؓ کا اُس مردود کے ظلم پر غالب آیا-

۴- صاحب ریزیڈنٹ دہلی حضرتؒ کی ملاقات کو آئے اور عندالتذکرہ بیان کیا کہ مَیں ایک بات پوچھتا ہوں کوئی اس کا جواب نہیں دیتا- مثلاً ایک شخص سفر پر جاتا ہے وہ راستہ بھول گیا- اس نے دیکھا کہ ایک آدمی سوتا ہے اور ایک بیٹھا ہے- پس یہ راستہ کس سے پُوچھے آپؒ نے فرمایا کہ راستہ چلنے کے لیے ہے نہ کہ بیٹھنے کے واسطے- اس تیسرے آدمی کو چاہیے کہ وہاں بیٹھے- جب سونے والا جاگے تو اس وقت دونوں راستہ پوچھ کر چلے جائیں-

۵- ایک شخص نے تصویر پیش کی کہ یہ تصویر آنحضرت

علی اللہ وسلم کی ہے۔ اس تصویر کو کیا کرنا چاہیئے۔
آپؒ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے غسل فرمایا ہے۔
اس تصویر کو بھی غسل دینا چاہیئے۔

۶۔ ایک منشی ذی علم کسی انگریز کے نوکر تھے۔ وہ حضرت اقدسؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا بندگی قبلہ آپ نے فرمایا کہ آپ کا نام کیا ہے۔ اُس نے کہا میرا نام شیعہ علیؓ ہے۔ کیا حضرت علیؓ کی داڑھی تھی؟ یا نہیں۔ اس نے کہا ہاں حضرت داڑھی رکھتے تھے۔ آپؒ نے فرمایا کیا حضرت علیؓ سر پر گردہ رکھتے تھے یا نہیں؟ اُس نے کہا نہیں۔ آپؒ نے فرمایا۔ حضرت علیؓ نے دانتوں پر مسّی کبھی لگائی تھی۔ اُس نے جواب دیا کہ میں نے دانتوں کی مضبوطی کے لیے لگائی ہے۔ آپؒ نے فرمایا کیا حضرت علیؓ ہاتھوں کو مہندی اور پاؤں کو لگاتے تھے۔ اس نے کہا نہیں، میں نے یونہی لگائی ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ ہاتھوں میں انگشتریاں اور چھلّے پہنتے تھے۔ اُس نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ میں سُنی ہوتا ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا کوئی اور شک ہو تو اس نے کہا کہ چاروں میں شک ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے چار فرشتے مقرب ہیں۔ ایسے ہی جناب آنحضرتؐ کے چار یار ہیں۔ آپ کے ہاتھ اور پاؤں چار ہیں اور خاک، آب، آتش، باد یہ چار ہیں۔ غرض اُس نے توبہ کی اور سُنی ہو گیا۔

۷۔ بخشی محمود خان رئیس شاہجہان آباد کی شادی تھی۔ انہوں نے رقعے شادی کی دعوت شرکت کے لکھے۔ جب حضرت اقدسؒ کو رقعہ آیا تو آپ نے اُس کی پشت پر یہ شعر لکھ کر واپس کر دیا۔ جب واپس گیا تو وہ شعر پڑھ کر اُن کی مجلس کے سب لوگ محظوظ ہوئے۔ شعر یہ تھا۔ ؎

در محفل خود راہ مدہ ہمچو منے را
افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

۸۔ ایک درویش نے کہا مولوی سلام! اور کہا کہ آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں، بتلاؤ کہ غٹرغوں کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم کو کہنا نہیں آیا یوں کہو گھوٹم گھاٹا غٹرغوں۔ وہ درویش بہت خوش ہوا اور دعا دے کر چلا گیا۔

۹۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرتؒ محفلِ رقص و سرود میں تو انسان خوشی سے بیٹھا رہتا ہے اور جو عبادت میں بیٹھے تو نیند آنے لگتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا دو پلنگ ہوں۔ ایک پر کانٹے بچھے ہوں۔ ایک پر پھول تو نیند کس پر آئے گی۔ اُس نے عرض کیا حضورؒ پھول کے پلنگ پر۔ آپؒ نے فرمایا بس ناچ دیکھنے والا گویا کانٹوں کے پلنگ پر ہے اور عبادت کرنے والا پھول کے پلنگ والوں کی طرح ہے۔ اس لیے نیند آتی ہے۔

۱۰۔ دو قوالوں میں ایک راگ کی تشخیص میں اختلاف تھا۔ بالآخر باتفاق وہ حضرت مولاناؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ راقم بھی اس وقت موجود تھا۔ قوالوں کی تقریر سُن کر چلا گیا تھا، لیکن وہ سوال اپنا عرض کر چکے تھے۔ حضرتؒ نے ایسی کیفیت اُس راگ کی بیان فرمائی کہ دونوں کو اطمینانِ خاطر ہوا اور دونوں صاحب دعا دیتے چلے گئے۔

۱۱۔ خواب کی تعبیر، ایک شخص نے اپنا خواب بیان کیا کہ کھلی نیل پیتی ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری بیوی واقعی تمہاری ماں ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ صاحبؒ یہ کبھی ہو سکتا ہے اُس نے اپنے مکان پر جا کر تحقیق کی تو معلوم ہوا فی الحقیقت وہ عورت اُس کی ماں تھی۔ وجہ یہ تھی کہ جب یہ شیرخوار تھا دونوں میں مفارقت ہو گئی اور جوانی میں ایک دوسرے کے شناسا نہ تھے اس سبب سے باہم نکاح ہو گیا۔

۱۲۔ ایک اور خواب کی تعبیر، ایک شخص نے آ کر کہا کہ حضرتؒ میں نے آج رات کو ایک خواب دیکھا ہے کہ میری زوجہ سے دو کُتّے مباشرت کرتے ہیں۔ یا حضرتؒ جب سے میں نے یہ خواب دیکھا کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ کتنا صدمہ ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا اس قدر پریشانی کی بات نہیں ہے۔ شاید تمہاری بیوی زیرناف کے بال قینچی سے کترتی ہے اس کو منع کر دو کہ پھر ایسا نہ کرے۔ پھر جو اُس نے جا کر اُس سے پوچھا تو واقعی ایسا ہی تھا۔

۱۳- ایک شخص نے عرض کیا کہ میں دوپہر کو سوتا تھا دیکھا کہ پھر اپنا ایک خواب (جو لکھا نہیں ہے) عرض کیا۔ آپؒ نے فرمایا، تمہارے گھر میں حمل کی صورت ہے۔ اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ساقط ہو گیا ہے۔ مجھے ایک اور جگہ پر یہ خواب لکھا پایا کہ ایک شیشے کا پیالہ ہے وہ گر کر ٹوٹ گیا یہ تھا خواب

۱۴- مولوی حافظ احمد علی صاحب راقم جو متوطن تھانہ بھون میں طالب علم تھے کہ انہوں نے خواب دیکھا اور حضور میں عرض کر کے تعبیر چاہی۔ آپؒ نے فرمایا۔ اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ تیری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ کئی روز بعد پتہ چلا کہ واقعی انتقال ہو چکا تھا۔

۱۵- راقم کے روبرو حضرت اقدسؒ نے فرمایا۔ پرانے شہر دہلی میں ایک شخص مر گیا، جس نے ایک لڑکی چھوڑی تھی، وہ مرنے کے بعد ایک نیک شخص کو خواب میں ملا اور بیٹی کا حال دریافت کیا تو کہا کہ اس سے کہو میرے واسطے کچھ صدقہ خیرات کر کے ایصالِ ثواب کرے۔ اس شخص نے صبح کو اس کی لڑکی کا حال معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ وہ آوارہ ہو کر طوائفوں میں مل گئی ہے، شاہ جہان آباد میں ہے۔ یہ شخص وہاں گئے جہاں وہ کوٹھے پر بازار میں رہتی تھی۔ دروازہ مقفّل تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ دریا پر غسل کے لیے گئی ہے۔ یہ شخص جمنا کے گھاٹ پر گیا۔ دیکھا کہ وہ کئی مردوں کے ساتھ نہا رہی ہے اور چھینٹوں سے آپس میں لڑ رہی ہے اس نے دور سے کنارے سے اس کے باپ کا پیغام پہنچایا تو اس نے ایک دوہتڑ پانی پھینکا کہ میں نے یہ اللہ واسطے دیا۔ یہ پیغام دینے والا شرمندہ ہو کر چلا آیا۔ پھر رات کو اس نے خواب میں پہلے شخص کو دیکھا اور کہا کہ وہ تیری لڑکی آوارہ ہے۔ اس نے کہا خیر یہ اس کا عمل ہے اس نے جو دوہتڑ پانی پھینکا تھا۔ اس کا ایک قطرہ ایک ایسے جانور کے حلق میں جو کنارے پر بہت پیاسا بیٹھا تھا پہنچا۔ اس کے بدلے میرے اوپر بڑے احسان انعام حق تعالیٰ کے ہوئے۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔

۱۶- بیعت از حضرت علی کرم اللہ وجہہ عالم رویا میں حضرت مولانا صاحب کو حضوری میں جناب علی مرتضیٰ حاصل ہوئی اور بیعت کر کے فیض یاب ہوئے۔

۱۷- جناب حضرت علیؓ نے فرمایا کہ فلاں شخص نے ایک کتاب لکھی ہے۔ پشتو زبان میں ہماری مذمت اس میں کی ہے۔ اس کے باپ کا نام اور سکونت بھی اور کتاب کا نام بھی ظاہر فرمایا۔ حضرتؒ نے عرض کیا۔ حضرت میں پشتو زبان نہیں جانتا ہوں۔ حضرت امیر المومنینؓ نے فرمایا، کچھ مضائقہ نہیں۔ پھر آپؒ خواب سے بیدار ہوئے۔ بعد تلاش کے کتاب دستیاب ہو گئی۔ پھر آپؒ نے اس کا جواب پشتو زبان میں لکھ کر عام تقسیم کیا۔

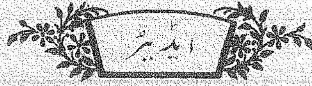
۱۸- ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ صاحب یہ جو رنڈی مرتی ہیں۔ ان کے جنازے کا پڑھنا کیسا ہے حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ جو مرد ان کے آشنا ہیں ان کی نماز جنازہ پڑھتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ پڑھتے ہیں فرمایا۔ پھر ان کی نماز بھی پڑھا کرو۔

۱۹- ایک سوداگر متوطن دہلی کو اپنی بیوی سے بہت محبت تھی۔ بوقتِ روانگی اس نے اپنی بیوی سے کہا اگر تم اپنے باپ کے گھر جاؤ گی تو میری طرف سے طلاق ہے۔ جب واپس آئے تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے باپ کے گھر گئی۔ جب اس کا باپ مر گیا تھا۔ علماءِ وقت سے جو فتویٰ پوچھا تو سب نے کہا طلاق ہو گئی۔ وہ بیچارے مایوس ہو کر حضرتؒ کے پاس آئے اور مسئلہ پوچھا۔ حضرتؒ نے فرمایا شیرینی کھلاؤ تمہارا نکاح پھرا دیں انہوں نے اقرار کیا۔ آپؒ نے فتویٰ لکھا جب اس عورت کا باپ مر گیا پھر وہ گئی تو اس صورت میں گھر اس کا اپنا تھا نہ کہ باپ کا۔ بلکہ باپ کے مرنے کے بعد اس عورت کا اپنا گھر ہو گیا۔ لہٰذا وہ اپنے گھر گئی نہ کہ باپ کے۔ پھر سب علماء نے یہ جواب پسند کیا۔

۲۰- کشفِ باطن:- ایک روز حضرتؒ مولانا نے ایک طالب علم سے کہا تم جاؤ اور تازہ وضو کر کے شاہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر جا کر نمازِ مغرب ادا کرو۔ پھر دو رکعت نماز پڑھو، تمہارے آگے ایک بلی آئے گی لیکن تم نماز پوری کر لینا۔ سلام پھیرنے کے بعد اس بلی کو ذبح کر لینا اور ایک کپڑے میں لپیٹ

(باقی ۲۶ پر)

عالمی تبلیغی تحریک



قرآن کریم کی ۲۹ ویں سورت العنکبوت ہے۔ اس کی آخری آیت ۶۹ کے الفاظ ہیں :۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (صدق اللّٰہ العلی العظیم)

اس کا ترجمہ ہے :۔ اور جنھوں نے ہمارے لیے کوشش کی، ہم انہیں ضرور اپنی راہیں سُجھا دیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔ (حضرت الامام لاہوریؒ)

اللہ تعالیٰ خود سچے، ان کا کلام سچا، جس ذات اقدس پر یہ کلام اترا، اس کی سچائی و دیانت کے دشمن معترف تھے۔ کہ وہ اسے "الصادق الامین" کہہ کر پکارتے، جن کے ذریعے اس پر کلام اترا وہ "کرام" بھی ہیں اور "بررہ" بھی (۸۰-۱۲) یعنی بڑے بزرگ، نیکوکار (حضرت لاہوریؒ) تو اس کلام کی سچائی کے متعلق شک و شبہ کرنا متاع ایمان سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔ راہِ حق میں جد و جہد کرنے والوں کا اپنی منزل پر پہنچنا اس آیت کا خلاصہ ہے اور تاریخی صداقتیں گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا وہ ہوا اور بارہا مجرب۔

اس صداقت کبریٰ کا پہلی بار بھرپور ظہور تو اس وقت ہوا جو خود مہبطِ وحی دنیا میں موجود تھے۔ آپ نے لوگوں کو یہ حقیقت بتلائی تو اپنے اور بیگانے بھڑک اٹھے کون سی تکلیف اور پریشانی تھی جس کا آپ کو سامنا نہ کرنا پڑے لسانِ نبوت سے ارشاد ہوا کہ جتنا مجھے دکھ دیا گیا اتنا کسی کو نہیں دیا گیا۔ لیکن ؂

یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

کا جذبہ صادقہ تھا کہ آپ رواں دواں رہے اور احباب و رفقا کا مختصر طبقہ کمال پامردی و استقامت اور جرأت

و بسالت سے شریکِ سفر رہا، مفوضہ ذمہ داریوں کو نبھاتا
ان کی کھال اتاری گئی، انگاروں پر لٹایا گیا، گلیوں میں
گھسیٹا گیا۔ چھاتی پر بھاری پتھر رکھے گئے۔ سب کچھ ہوا لیکن
"جذبہ جہاد" سرد نہ ہوا، لیکن آتشِ عشق تیز ہوتی رہی، بھڑ
رہی، کیونکہ ان بندگانِ صادق القول کو اپنے رب کی معیت
کا یقین تھا وہ جانتے اور سمجھتے تھے کہ اس کی راہ میں "جہا
ہمیں ضرور منزل پر لے جائے گا کیونکہ "اس" کا وعدہ
اور اس کے وعدے سچے ہوتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد
انہیں ایذائیں اور دکھ دینے والے خاک میں مل گئے۔ ان کی
سطوت کا جنازہ اٹھ گیا۔ ابوجہل جیسے افراد کو مکہ کی سر
نے قبول تک نہ کیا اور وہ آخری وقت میں "قلیب
میں پھینک دیے گئے۔ زمین و آسمان نے ان کی موت
پر نہ ماتم کیا نہ روئے اور وہ محمد عربی علیہ السلام
"ابتر" کہنے والے خود بے نام و نشان ہو گئے کہ اللہ
وعدہ تھا۔ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ (۱۰۸-۱-۳) ق۔
ترجمہ: بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے (حضرت لاہوریؒ)

بہرحال مَنْ جَدَّ وَجَدَ (جس نے کوشش کی پا لیا) کی حقیقت
کا بار بار ظہور ہوا۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔
قرآنی حقیقت کئی مرتبہ عملاً سامنے آئی، البتہ جب
کوشش ہی نہ رہی۔ جذبۂ جہاد ہی سرد پڑ گیا، عملی قوتیں
مفلوج ہو گئیں اور مسلمان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے۔ تو
کسی کا کیا قصور؟ قصور ہے تو اپنا، مجرم ہیں تو خود،
کے الطاف و کرم تو بقول شہیدیؒ ؂

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
اب طلب و جستجو ہی نہ ہو تو کوئی کیا کرے؟

...ابدیت اور کاملیت کی جلوہ فرمائیاں تو آپ کو آج نظر آسکتی ہیں چشمِ بینا کی ضرورت ہے۔ چلئے ہم آپ کو قطب البلاد لاہور (حضرت مجدد قدس سرہ کے الفاظ ہیں) کے قریبی قصبہ رائے ونڈ لے چلتے ہیں۔ جہاں ایک مخصوص انداز میں "دعوتِ دین" کے کام کرنے والے لوگ ہر وقت اور ہر دن جمع رہتے ہیں۔ سال کے ۳۶۵ دن اور ہر دن کی ہر گھڑی ایسی ہوتی ہے۔ جب یہاں "بستر بردوش" لوگ آتے جاتے آپ کو نظر آئیں گے۔ اجتماع و جمگھٹا یہاں کا معمول ہے کبھی کم اور کبھی زیادہ، ان آنے جانے والوں میں کالے، گورے، بلند قامت اور پست قامت ہر طرح کے افراد آپ کو نظر آئیں گے۔ مختلف زبانیں بولنے والے لوگ ہوں گے۔ ایک "مشترک مقصد" انہیں یہاں لے آتا ہے۔ آنے جانے میں کوئی شور و ہنگامہ نہیں ہوگا۔ جمع و اجتماع میں سکون کی کیفیت ہوگی۔ ہر آدمی خاموشی سے اپنے کام میں لگا ہوا ہے۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق مختلف افراد اپنے دوسرے رفقاء کے لیے ضروریاتِ زندگی کا اہتمام کرنے میں مصروف ہوں گے اور یہ لوگ اپنی معاشی و معاشرتی حیثیت کو خیرباد کہہ کر اپنے اُجلے اور صاف لباس کا لحاظ کئے بغیر تنظیم و اطاعت امیر کے بھرپور جذبہ سے ہنڈیاں اور روٹی پکانے، برتن صاف کرنے نظر آئیں گے اور اس میں طمانیت و سکون محسوس کریں گے۔

سال بھر کی روزمرہ آمد و رفت کے علاوہ ایک مرتبہ سال میں وہ اجتماع ہوتا ہے جس کی اہمیت اس وقت عالم اسلام میں حج کے عظیم اجتماع کے بعد سب سے بڑھ کر ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو یگانے چھوڑ کر بیگانے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ امسال اسی قصبہ رائے ونڈ میں یہ اجتماع ۲۱، ۲۲، اور ۲۳، اکتوبر کو منعقد ہوا۔ میوات جہاں سے اس تحریک نے جنم لیا کے ایک صاحبِ دل و صاحبِ خیر معمر بزرگ میاں جی عبداللہ صاحب نے اپنی زمین کا بڑا حصہ اس نیک مقصد اور کارِ خیر کے لیے وقف کر دیا۔ آج وہاں ایک عظیم الشان مسجد ہے جو جمعہ و جماعت کے علاوہ وعظ و نصیحت اور تعلیم و تدریس کے اس ہمہ گیر کام کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ مدرسہ عربیہ ہے جہاں ملک و بیرون ملک سے بچے دینی علوم حاصل کرتے ہیں، مستقل رہائش پذیر اور زندگی وقف کرنے والے صالح اور سعادت مند لوگوں کے لیے قیام گاہیں ہیں اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن کا تعلق دوسرے شہروں سے ہے۔ لیکن انہوں نے یہاں زمین خرید کر مکانات بنائے اور وہ مکانات اب بالخصوص اس قسم کے ہنگامی مواقع پر کام آتے ہیں۔ لیکن لطف یہ ہے کہ کرایہ وغیرہ کا کوئی مسئلہ ہی نہیں بلکہ صاحب خانہ راہِ حق کے ان مسافروں کی خدمت تک کرتے ہیں اور اس میں سرور و فرحت محسوس کرتے ہیں جب کہ اس قسم کے مواقع پر جلب منفعت کا جذبہ رذیل رکھنے والے لوگ اشیاء خورد و نوش کے نام پر انتہائی کم نظری و بدبختی کا مظاہرہ کرتے ہیں ~~لیکن~~ یہ لوگ اپنے مکانات کے دروازے چوپٹ کھول دیتے ہیں اور ان عزیز مہمانوں کی خدمت میں اپنے رات دن کا آرام تج دیتے ہیں۔ لیکن یہ مسجد و مدرسہ اور یہ مکانات اور مہمان خانے اس عالمی اجتماع کے لیے بالکل ناکافی ہوتے ہیں، چنانچہ ارد گرد کی زرعی زمین اہلِ خیر بالخصوص میاں جی صاحب خالی دیتے ہیں اور تاحدِ نظر تک خیموں کا ایک شہر بس جاتا ہے جہاں اس نرالی دینی محنت میں عملاً شریک اور مجھ جیسے ناکارہ جو محض اس وقت سے فائدہ اٹھا کر حصولِ برکت کے لیے آنے والے قیام کرتے ہیں، واقفانِ حال کہتے ہیں کہ اس منظر کو دیکھ کر "عرفات" کی دُنیا یاد آتی ہے۔ ان سطور کا راقم اپنی بے پناہ عملی کمزوریوں کے باوصف کئی سال سے اس مبارک و مسعود اجتماع میں شریک ہوتا ہے۔ کئی سال سے عوام کے اندازے اس اجتماع کے متعلق "لاکھوں" تک سنائی دے رہے ہیں۔ گزشتہ سال کا اجتماع بڑا بھرپور تھا اور بلاشبہ دو سے تین لاکھ کا مجمع تھا۔ اور یہ مسلّم حقیقت ہے کہ امسال کا اجتماع پچھلے سال سے دوگنا تھا۔ علاوہ اس واٹر پمپ کے جو مستقل وہاں موجود ہے، سات اضافی پمپ لگائے گئے تھے جن کے باوجود "تنگیٔ داماں" کا مسئلہ نظر آ رہا تھا۔ تالاب ایک نہیں دو اور کثیر تعداد میں وضو کے لیے ٹونٹیاں وہاں پہلے سے موجود ہیں لیکن دُور تک پھیلا ہوا عارضی سلسلہ غسل و وضو کے لیے ناکافی نظر آ رہا تھا، آپ اندازہ لگائیں کہ چھ ہزار شامیانے کھلی زمین

پر نکاسے گئے لیکن مخلوق کے ہجوم سے کم شامیانوں کا اتنا بڑا چھت ناکافی تھا۔ امسال کے اجتماع میں بعض کمیونسٹ ممالک تک کے لوگ آئے جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ غیر فطری نظاموں کا دور لد چکا ہے اور دُکھی مخلوق اسلام کے نظامِ امن و انصاف کی طرف رجوع کر رہی ہے۔ یورپ و افریقہ کے دُور دراز خطوں سے سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں اللہ کی مخلوق کھینچ کر آئی تھی اور ایشیا کا تو کوئی ملک نہ تھا جہاں سے پروانگانِ اسلام جمع نہ ہوتے ہوں۔ ہندوستان سے مشکلات کے باوجود کئی لوگ آئے اور بالخصوص وہ حضرات تشریف لائے جو اس قافلہ میں آج نہیں مدتوں سے مرکزی شخصیت کے حامل ہیں۔ میری مراد حضرت حضرت محدث کبیر شیخنا و شیخ العالم مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث سہارنپوری سے ہے جنہیں فقیہہ وقت، قطب زمان، سربرآوردہ، قافلہ حق و صداقت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی گودی میں کھیلنے کا موقعہ ملا۔ جنہیں مہاجر مدینہ حضرت الشیخ العلام مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی جانشینی کا شرف حاصل ہے جو حضرت مجاہد کبیر شیخ الہند عارف باللہ، شیخ معرفت و طریقت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی آنکھوں کے تارے اور امام وقت شیخ الاسلام مدنی، حکیم الامت تھانوی اور امام معرفت حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین رفقا اور احباب میں سے ہے۔ حضرت شیخ بانی تحریک مولانا محمد الیاس قدس سرہ کے حقیقی بھتیجے ہیں اور کتب فضائل کے مصنف کی حیثیت سے ان کا شہرہ عوام میں ہر جگہ موجود ہے۔ جب کہ بخاری و موطا کے شارح کی حیثیت سے وہ اہل علم کے طبقہ میں نمایاں ہی نہیں بلکہ اب تو قافلہ سالار ہیں۔ بیماری اور ضعف کے باوجود تشریف لائے اور ان کی تشریف آوری باعث رحمت باری تعالیٰ، ان کا حسین و جمیل نورانی چہرہ جس نے دیکھا، "تبارک اللہ احسن الخالقین" کہہ اُٹھا، خدا ان کو تندرست سلامت رکھے۔

اور امیر مرکزیہ مولانا انعام الحسن تشریف لائے۔ جماعت کے انتہائی مبلغ مولانا محمد عمر پالن پوری تشریف لائے جو خطابت کے اعتبار سے لازوال شہرت کے مالک ہیں، اور اس حیثیت سے امسال گویا میر مجلس تھے، دعا بھی انہوں نے کرائی۔ پاکستان کے وہ علماء و مشائخ جو اس سلسلہ سے منسلکاً وابستہ ہیں۔ ان کے علاوہ شاید ہی کوئی قابل ذکر عالم و شیخ ہوں جو تشریف نہ لائے ہوں، بیماری جیسے شرعی عذر کا مسئلہ جدا ہے۔

امسال حکومتِ پاکستان نے سپیشل ٹرینوں کا انتظام کیا ٹرانسپورٹر حضرات بھی خاصا تعاون کرتے رہے لیکن عوام کے ہجوم کا سنبھالنا کسی کے بس میں نہ تھا اس کے باوجود شور و ہنگامہ غل غپاڑہ نام کو نہ تھا۔ چوری تھی نہ چکاری، ٹریفک کا حادثہ نہیں اور لطف یہ کہ سرکاری انتظامات نہ تھے نہ کسی نے تعاون کی درخواست کی۔ ایک بات جس کی طرف میں عوامی حکومت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ رائے ونڈ تک کم از کم سڑک ڈبل کر دی جائے تو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ سنگل سڑک ہے اور زمین سیم زدہ ہونے کے سبب بہت نرم، جس کے سبب اکثر پریشانی رہتی ہے۔ محکمہ ریلوے کی کارکردگی مستحسن تھی۔ لیکن اس میں وسعت کی مزید گنجائش بھی تھی اور ضرورت بھی، اسی طرح ٹرانسپورٹر حضرات اگر ایثار سے کام لے کر اس موقع پر زیادہ سے زیادہ بسیں ہنگامی بنیادوں پر اِدھر چلائیں تو ہم خرما و ہم ثواب والی بات ہوگی۔

رات دن وعظ و نصیحت اور تعلیم و تدریس اور باہمی مذاکرات کے بعد آخری دن سورج ڈھلے جماعتوں کو روانگی کی ہدایات کے بعد دعا کا سلسلہ تھا اور اس میں بندگانِ عشق اس کثرت سے پہنچے تھے، جس کا اندازہ مشکل ہے اور جب مولانا محمد عمر پالن پوری نے دعا کے لیے اعلان کیا اور عوام کو درود شریف پڑھنے کا فرمایا تو لاکھوں زبانیں اور ہونٹ حرکت میں آ گئے اور اپنے محسن و ہادی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احسانات کو یاد کر کے عقیدت و احترام کے ساتھ مشغول درود ہوئے۔ پھر جو دعا کو ہاتھ اُٹھے تو چاروں طرف چیخیں تھیں، رونا تھا، ندامت کے آنسو تھے اور آمین آمین کی صدائیں تھیں۔

مولانا محمد عمر نے ہر اجتماعی اور ملی مسئلہ کو اپنی دعا میں سمیٹا اور اس خوبصورتی سے کہ ان کے الفاظ دلوں سے ٹکرا ٹکرا کر اثر انداز ہو رہے تھے۔ آنسوؤں کا سیلاب تھا جو رکنے کا نام نہ لیتا تھا۔ ہچکیوں نے ماحول کو لپیٹ میں لے

میدانِ جہاد میں پیغمبرانہ جاہ و جلال

مولانا ابوالکلام آزاد

جہادِ اسلامی کی حقیقت جن مقاصد پر مشتمل ہے اس کے لحاظ سے وُہ دنیوی لڑائیوں سے بالکل مختلف ہے اور یہ اختلاف اس قدر بدیہی ہے کہ ہم کو اس ظاہری شکل کے ایک ایک خط و خال کے اندر نمایاں طور پر نظر آ سکتا ہے۔

ایک فاتح جب ملک گیری کے ارادے سے میدانِ جنگ کا رُخ کرتا ہے تو طبل و دُہل کے غلغلے اور قرنا و برق کے ترانے خیر مقدم بجا لاتے ہیں۔ سر پر پرچم لہراتا ہے چترِ شاہی آفتاب کی شعاعوں کو بھی اس کی طرف نگاہِ کرم سے دیکھنے نہیں دیتا۔ جاہ و جلال کا یہ دیوتا میدانِ جنگ میں ایک مجسّمے کی طرح کھڑا کر دیا جاتا ہے اور تمام فوج اسی مرصّع بُت کے گرد طواف کرنے لگتی ہے عظمت و جبروت کا یہ منظر دُنیا کو دفعتاً مرعوب کر دیتا ہے اور اس رُعب و داب کے احساس سے اس دُنیوی فاتح کا سر بادۂ کبر و نخوت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خاک و خون میں مل کر بھی یہ نشہ نہیں اُترتا۔ اگر کوئی اس سرِ پُر غرور کو ٹھکرا دیتا ہے تو اس سے مغرورانہ صدا بلند ہوتی ہے۔

لیکن ایک پیغمبر کی حالت اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ وہ گھر سے جب نکلتا ہے تو اگرچہ مخلصین و مومنین کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہوتی ہے، لیکن وہ اپنا رفیقِ سفر صرف خُدا کو بناتا ہے۔

آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم جب بغرضِ جہاد روانہ ہوتے تو یہ دُعا کرتے تھے! خدایا! تُو ہی ہمارا رفیقِ سفر ہے۔ تُو ہی ہمارے بال بچّوں میں ہمارا قائم مقام ہے۔ خدایا، سفر کے شدائد اور پلٹ کر اہل و عیال کو بُرے حال میں دیکھنے کی مصیبت سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدایا! مسافتِ سفر کو کم کر دے اور ہمارے لیے آسان بنا دے۔

وہ سفر سے پلٹتا ہے تو راہ میں خدا کی حمد کا ترانہ گاتا ہُوا ہُوا چلتا ہے۔

پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھتا ہے تو غلغلۂ تکبیر بلند کرتا ہے نیچے اُترتا ہے تو ترنّم ریزِ تسبیح و تہلیل ہوتا ہے۔

فوج کو روانہ کرتا ہے تو اس کو نہ غرور کی طاقت یاد دلاتا ہے نہ اس کے جوش کو دو آتشہ کرتا ہے۔ نہ قدیم کارنامہ ہائے شجاعت کا تذکرہ کرکے اس کے دل کو گرماتا ہے، بلکہ اس کے دین کو، اس کی امانت کو، اس کے تمام نتائجِ اعمال کو خُدا کے سُپرد کرکے رخصت کر دیتا ہے۔

وہ منزل پر اُترتا ہے تو نہ سلاطین کی طرح اس کے لیے خیمے قائم کئے جاتے ہیں۔ نہ فرش و بساطِ شاہانہ سے زمین آراستہ ہوتی ہے اور نہ میدان کا نشیب و فراز ہموار کیا جاتا ہے۔ وہ خُدا کا نام لے کر فرشِ خاک پر لیٹ جاتا ہے اور اس نام کی عظمت کے سہارے پر زمین ہی کو اپنی حفاظت کی خدمت سپُرد کرتا ہے۔

وہ سفرِ جہاد سے پلٹ کر گھر پہنچتا ہے تو سب سے پہلے اُس کو خدا کا گھر یاد آتا ہے اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرتا ہے جب اس کو فتح و نصرت کی خبر ملتی ہے تو نہ تو اس کے سامنے شادیانے بجائے جاتے ہیں نہ جشنِ شاہانہ کی تیاری کی جاتی ہے۔ نہ عیش و طرب کے ترانے گائے جاتے ہیں۔ وہ صرف اپنے خُدا کے آگے سربسجود ہو جاتا ہے اور سجدۂ شکر بجا لاتا ہے۔

اس کی جب مشیتِ ایزدی سے شکست ہوتی ہے تو وہ فوج کو بالکل جوش و غیرت نہیں دلاتا بلکہ خدا ہی کی غیرت کی سلسلہ جنبانی کرتا ہے، کیونکہ وہ اپنی فوج کو خدا کی فوج یقین کرتا ہے۔

وہ اپنی فوج کی قلت اور دشمن کے لشکر کی کثرت کو دیکھتا ہے تو صرف رحمتِ آسمانی ہی سے مدد طلب کرتا ہے۔ اور کسی دنیوی طاقت کے آگے دستِ سوال نہیں پھیلاتا۔

بدر کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا اور آپؐ کو نظر آیا کہ ان کی جمعیت ایک ہزار کی ہے اور مسلمان صرف ۳۱۹ ہیں تو آپؐ قبلے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر خدا کو پکارنا شروع کیا:

"خدایا! تو نے مجھ سے فتح و ظفر کا جو وعدہ کیا ہے، اس کو پورا کر۔ خدایا! اگر مسلمانوں کا یہ مختصر گروہ فنا ہو گیا تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔

آپؐ اسی طرح ہاتھ پھیلا کر متصل پکارتے رہے۔ یہاں تک کہ جوشِ استغراق میں آپؐ کی دوشِ مبارک سے چادر گر گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کے اس تضرع کو دیکھا تو پاس آئے اور چادر اٹھا کر آپؐ کے کاندھے پر ڈال دی۔ پھر پیچھے سے آ کر آپؐ سے آ کر لپٹ گئے اور کہا یا رسول اللہ! آپ اپنی مناجات ختم کیجئے۔ خدا نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے۔ اس کو بہت جلد پورا کرے گا۔

میدانِ جنگ میں اس کو شدید زخم لگتا ہے تو اس حالت میں صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے۔

"خدایا! میری قوم کو معاف فرما، کیونکہ وہ لوگ حق کو نہیں جانتے۔"

لیکن جب کبھی اس کے ہاتھ سے جہاد کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے تو وہ از فرق تا بقدم غضب و قہرِ الٰہی کا پیکر جلال و جبروت بن جاتا ہے۔

قصہ مختصر ایک فاتح میدانِ جنگ میں سرِ پرغرور، مگر ایک پیغمبر جبینِ نیاز ہوتا ہے۔ ایک بادشاہ میدانِ جنگ میں زبانِ خودستا۔ مگر ایک داعیٔ حق زبانِ شکر سنج ہوتا ہے ایک بادشاہ میدانِ جنگ میں غیظ و غضب کا آتش کدہ مگر ایک منادِ توحید رحم و کرم کا سرچشمہ ہوتا ہے ان دونوں متضاد حالتوں کا انجام بھی نہایت مختلف اور عبرت خیز ہے۔ بادشاہوں کے سرِ پرغرور بارہا ٹھکرا دیے گئے۔ لیکن کسی مؤید من اللہ کی جبینِ نیاز خاکِ ذلت سے آلودہ نہ ہوئی۔ بادشاہوں کی زبانِ خودستا بارہا ذلت کے ساتھ خاموش کر دی گئی، لیکن کسی داعیٔ الٰہی کا نغمۂ حمد و شکر کبھی بھی چپ نہ ہوا۔ بادشاہوں کے غیظ و غضب کے شعلے بارہا بجھا دیے گئے ہیں، مگر کسی پیغمبر کے دریائے کرم کو دنیا کے خس و خاشاک نہ روک سکے ٭

بقیہ: عالمی تبلیغی تحریک

لیا اور مجھ جیسا کم مایہ اور اندھا بھی پورے ماحول اور اس ماحول میں موجود غیر مرئی مخلوق کو امت کی فلاح کے لیے دعا میں شریک نظر آیا۔ سچ یہ ہے کہ اس منظر کا کوئی جواب نہیں اور جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو میں سوچ رہا تھا کہ ایک بندہ خدا کا سوزِ دروں آج رنگ لا رہا ہے۔ کبھی وہ تن تنہا تھا، میوات کے پُرخطر علاقوں میں گشت کرتا تھا۔ آج دنیا کھچی کھچی آتی ہے اور وقت و روپیہ خرچ کر کے خوشی محسوس کرتی ہے۔

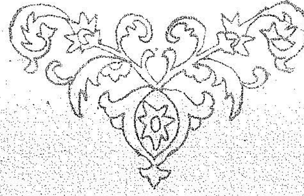
دیوبند کے اس فرزندِ رشید کا سوزِ دروں حکیم الامت تھانویؒ، مرشد مدنیؒ اور قطب رائے پوریؒ کی دعائیں اور عملی شرکت آج اس تحریک کو اس منزل تک لے گئی ہے کہ اس کے کناروں کا پتہ نہیں۔ میرے دل سے بے ساختہ یہ صدا نکلی کہ:۔

"اے اللہ اس تحریک کو پوری دنیا کی ہدایت کا ذریعہ بنا اور پوری دنیا کو اسلام کی برکات سے مالا مال فرما دے۔

اور دل نے جواب دیا کہ:۔

تیری دعا پر زمین و آسمان بھی آمین کہہ رہے ہیں اور یقیناً یہ دنیا اسلام کے نظامِ عدل سے معمور و منور ہوگی کہ مجاہدین عزم کر چکے ہیں۔ خدا ان کو مزید ہمت عطا فرمائے۔

تبصرہ



تشریحات سواتی علی الیساغوجی :-

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مہتمم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ ایک عظیم المرتبت عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ اور ان کے خاندان کے بزرگوں کی کتابوں اور علوم سے بے پناہ تعلق عطا فرمایا ہے اور موصوف اب تک خاندان ولی اللہی کی متعدد کتابیں بعد از تصحیح بڑے اہتمام سے شائع کر چکے ہیں۔ اب آپ نے اپنے مخصوص و محبوب موضوع سے ہٹ کر علم منطق کی معروف اور بنیادی کتاب ایساغوجی کی ایسی عام فہم اور آسان شرح مرتب کی ہے جس سے علماء و طلباء دونوں ہی استفادہ کر سکتے ہیں ابتدا میں آپ نے ایک جامع مقدمہ سپرد قلم فرمایا ہے جس میں علم منطق کے مبادی اور اصطلاحات کو بڑے دلنشیں اور آسان پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ علم منطق بنیادی علوم میں شامل نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ علوم جن میں قرآن و حدیث سمجھنے کے لیے درک ضروری ہے، ان میں علم منطق کو بڑی اہمیت حاصل ہے لیکن کچھ عرصہ سے اس میں بڑی غفلت کا مظاہرہ ہو چلا ہے جس کا ازالہ بڑا ضروری ہے اور ہمیں امید ہے کہ موصوف کی یہ کاوش انشاء اللہ بہت فائدہ مند ہوگی۔ ادارہ نشر و اشاعت بدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ سے ۶/۵۰ میں یہ رسالہ دستیاب ہے جو درمیانہ سائز کے ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور جس کی طباعت میں کافی محنت اور خوش ذوقی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ (اسعد رحمانی)

الخطبات الماثورہ بالاحادیث والآیات والسورہ :-

حضرت اقدس رائے پوری رح قدس سرہ کے ایک مخلص خادم اور مدرسہ رضیہ دہلی کے مستند عالم مولانا محمد عبدالغفور آف جلہ مخدوم ضلع سرگودھا نے یہ رسالہ مرتب فرمایا ہے۔ جس میں مختلف موضوعات پر پچاس خطبے شامل ہیں۔ فاضل مرتب نے ہر خطبہ کا عنوان قائم کرنے کے بعد منتخب آیات و احادیث مع ترجمہ نقل کی ہیں اور حسب ضرورت انتہائی اختصار و جامعیت کے ساتھ تشریحی نوٹ دے دیے ہیں یہ رسالہ واعظین و مبلغین اور خطباء و آئمہ کے لیے ایک اچھا رفیق و مددگار ثابت ہوگا اور انہیں ایک عنوان پر منتخب مواد یکجا میسر آجائے گا۔ علاوہ ازیں عام شائقین بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں اور اپنے قلب و نظر کو روشن کر سکتے ہیں۔ فاضل مرتب نے خطباء و آئمہ کی سہولت کے لیے آخر میں عیدین اور جمعہ کے عربی خطبات نقل کر دیے ہیں۔ اس طرح فائدہ اور بڑھ گیا ہے۔ یہ کتاب بارہ روپے میں موصوف کی جائے رہائش جلہ مخدوم ضلع سرگودھا کے علاوہ جمیل بکڈپو بلاک ۵ سرگودھا، گلستان اہل سنت بلاک ۱۲ سرگودھا اور مکتبہ فاروق اعظم واٹر سپلائی روڈ سرگودھا سے دستیاب ہے۔

قرآن میں حکومت کا انتخاب، سوشلزم کے روپ میں ملحدانہ عزائم، سوشلسٹ علماء کا کردار :-

یہ تینوں رسائل مولانا ابوالخیر اسدی کے قلم سے ہیں۔ پہلے رسالہ میں حکومت کی تشکیل کے لیے شرعی انتخاب کا طریق اور بعد از اقتدار حکومت چلانے کا انداز بتلایا گیا ہے، جب کہ دوسرے میں سوشلسٹ حضرات کی مخصوص تکنیک کا ذکر ہے کہ وہ کس طرح حملہ آور ہوتے ہیں اور ان کے عقائد بھی بتلائے گئے ہیں اور تیسرے میں دنیائے سوشلزم روس، چین وغیرہ کے ان لوگوں کا تذکرہ ہے، جنہوں نے دنیا کی

خاطر خواہ کا سودا کیا۔ یہ تینوں رسالے وقت کی ضرورت ہیں۔ علی الترتیب ۷۰/۲، ۵۰/۲ اور ایک روپیہ میں مکتبہ اعلیٰ محلہ سادات ملتان سے اور مجلس نشر السنۃ مخدوم رشید ملتان سے دستیاب ہیں۔

اکرام المسلمین:۔ مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری کے قلم سے معروف رسالہ جسے مکتبہ اعلیٰ محلہ سادات ملتان نے تبلیغی ضرورتوں کے تحت چھپوایا۔ ضروری اور اہم سائز، نبوی اخلاق و آداب اور باہمی حقوق کا دلآویز تذکرہ سفید کاغذ۔ ۲/- رف ۱/۲۵ ضرور خریدیے اور حرزِ جان بنائیں۔

اسلام اور مسلمانوں پر عجمی اثرات:۔

تاریخ اسلام کے حوالہ سے ایک قابلِ قدر رسالہ آر۔اے ساغر قریشی نے مرتب کیا ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ کس طرح بھائی دُنیا نے اہلِ اسلام کی روایات و اخلاق کو پراگندہ کیا اور کس طرح مسلمان قوم اس فریب کا شکار ہوئی۔ قومی غیرت کا تقاضا ہے کہ اس رسالہ کو عام طور پر پڑھا جائے اور پھیلایا جائے۔ تین روپیہ میں بالاکوٹ اکیڈمی متصل جامع مسجد قدوسیہ اورنگ آباد کراچی ۱۰ سے دستیاب ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سیاسی مکتوب:۔

آزاد شاہ پوری نے مشہور مصلح اور مجاہد حضرت مجدد قدس سرہٗ کے ذخیرۂ مکتوبات میں سے ان کا انتخاب کیا ہے جو آپ نے ان لوگوں کے نام تحریر فرمائے جو حکومتی طور پر اعلیٰ مناصب رکھتے تھے۔ یا جنہیں بادشاہ کا قرب حاصل تھا۔ مجدد صاحب کے مکتوبات علم و عرفان کا ایک ایسا لازوال خزانہ ہے جس سے دُنیا برابر استفادہ کر رہی ہے اور آپ کے ہی مکتوبات تھے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے خاندانِ مغلیہ کا رُخ تبدیل کیا۔ ضرورت ہے کہ یہ گنجینہ علم و عرفان ہر ذی علم کے مطالعہ میں آئے۔ بہت اچھا ہوا کہ ایک منتخب حصہ سامنے آگیا۔ مرتب نے ابتدا میں آپ کی سوانح حیات درج کی ہے۔ پھر تطہیر فکر و کردار، ترغیب و تحریک اور قید خانے اور لشکر شاہی کے عنوان سے تین حصوں میں مکاتیب کا ترجمہ شامل کیا ہے اور آخر میں شخصیات کے عنوان سے قریباً سو صفحات لکھے ہیں جن کے ذریعہ ۲۵ کے قریب مختلف حضرات کا مختصر تذکرہ آگیا ہے۔ ان میں بادشاہ بھی ہیں اور فقیر بھی، اہلِ علم بھی ہیں اور اہلِ تصوف بھی۔ اس طرح یہ مجموعہ اپنی معنویت کے اعتبار سے قابلِ مطالعہ بن گیا ہے۔ اور وقت کی ضرورت! نو روپے میں یہ کتاب مکتبہ چراغِ اسلام اُردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔ کاغذ، کتابت اچھی، ٹائٹل خوبصورت۔

ذوقِ سجود:۔

خواجہ غلام احمد نے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ مؤلف موصوف اپنی قوم کی خستہ حالی اور اخلاقی انحطاط پر بے حد رنجیدہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ قوم ماضی کی عظمتِ رفتہ کو حاصل کرے۔ یہ مقصد بہت سے لوگوں کے سامنے ہے لیکن اس کے حصول کے لیے انداز مختلف اختیار کئے جاتے ہیں۔ لیکن صحیح طریق وہی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا یعنی اپنے پروردگار سے حقیقی تعلق، اسی کی آج کمی ہے اور اسی وجہ سے ہم پریشان ہیں۔ خدا بھلا کرے فاضل مؤلف کا۔ انہوں نے بڑے شستہ اور پیارے انداز میں مسلمان قوم کو حقیقت کی طرف رجوع کی دعوت دی ہے ایک ایک لفظ دل میں چُبھتا جاتا ہے۔ اور پوری کتاب مطالعہ کے بغیر چین نہیں آتا۔ ۴۳۲ صفحہ کی یہ کتاب ۲۴ روپے میں اظہار سنز ۱۹- اردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہر صاحب ذوق اس کتاب کو نہ صرف یہ کہ خود پڑھے گا بلکہ دوسروں کو بھی ترغیب دلائے گا۔ کیا عجب کہ پریشان کن ماحول سے ہمیں نجات ہو جائے۔

(اسعد رحمانی)

تاریخ حسن ابدال: جناب منظور الحق صدیقی ہمارے ملک کے ایک ذہین و فطین محقق اور صاحب تحقیق مصنف ہیں۔ آپ کے قلم سے "تاثرات جداوٗ" اور "ہادی ہربانہ" جیسی معرکۃ الآرا کتابیں نکل چکی ہیں۔ جن پر اہلِ نظر انہیں مستحق تبریک سمجھ چکے ہیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب جو بڑے سائز کے ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ہے اور ٹائپ میں چھپی ہے۔ راولپنڈی سے ۳۰ میل اُدھر بجانب پشاور جی۔ٹی روڈ پر واقع تاریخی قصبہ حسن ابدال کی تاریخ سے متعلق ہے۔ حسن ابدال اپنے جغرافیائی محل وقوع، شیریں اور ٹھنڈے پانی، کیڈٹ کالج اور مختلف المنوع صنعتی پلانٹس کی وجہ سے اپنا ایک مقام رکھتا ہے۔ لیکن اسے تاریخ میں یہ عزت آج نہیں ملی بلکہ کئی صدیاں قبل اس قصبہ کا تذکرہ تاریخ میں ملتا ہے۔

آج اس قصبہ میں بابا حسن ابدال کے نام پر آوارہ گرد لوگ شکلیں بگاڑ کر بھیک مانگتے اور آوارگی کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن "اریخ" میں اس مرد فقیر کا جو مقام ہے۔ اس کا اندازہ اس کتاب سے آپ کو ہوگا کہ خواجہ حسن بصری اور حضرت ابراہیم ادہم رحمہ اللہ کے سلسلہ کا یہ صوفی کتنی عظمت کا مالک تھا؟

موصوف نے کمال محنت و تحقیق سے اپنی اس کتاب کو مرتب کیا ہے جس میں ۱۹ باب ہیں۔ جن کے عنوانات سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس میں کیا کچھ ہے۔ قصبہ کی قدامت، بابا حسن ابدال رح، دور اکبری، دورِ جہانگیری، شاہ جہانی دور، مغل بانع دور، دُرّانی عمل داری۔ اس کے بعد دسویں باب میں سکھ عملداری کا تذکرہ ہے۔ جب کہ باب ۱۱ میں پنجہ صاحب اور گوردوارہ کا ذکر ہے۔ اور بسوط تعارف! یہ وہی پنجہ صاحب ہے۔ جہاں آج بھی ہر سال سکھ دُور دُور سے آتے ہیں۔ بارہواں باب برطانوی عملداری سے متعلق ہے اور اس میں بڑی تفصیل سے جہاں انتظامی امور کا ذکر ہے وہاں جنگِ آزادی اور اس سلسلہ کی تحریکات اور افراد کا بھی تعارف ہے۔

اور تیرھواں باب ہندو سکھ کا عنوان قائم کر کے اس قصبہ کی قدیم تہذیب و معاشرت اور مذہبی کیفیت کا تفصیل سے ذکر ہے۔ اس ضمن میں قبولِ اسلام کی ابتدائی داستان کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ ۱۳ بابوں پر حصہ اوّل ہو جاتا ہے۔

باب ۱۴ میں جغرافیہ اور کا بیان ہے۔ ۱۵ میں آزادی کے ۲۸ سال کے حوالوں سے ہمہ جہتی تبصرہ کیا گیا ہے اور خوب سے خوب تر۔ جب کہ باب ۱۶ میں آبادی کے عنوان سے مختلف قوموں کا تفصیلی تعارف ہے۔ باب ۱۷ معاشرت پر مشتمل ہے جب کہ ۱۸، ۱۹ معیشت و مذہب پر۔ منظور صاحب نے کیڈٹ کالج کے استاذ ہو کر یہ اضافی کام کیا اور اس سلسلہ میں ملک بھر کے اہلِ علم و اہلِ تاریخ سے رابطہ پیدا کیا اور اس سلسلہ میں عربی، فارسی، اردو، انگریزی حتیٰ کہ گورمکھی زبان میں موجود بے پناہ لٹریچر کا مطالعہ کیا اور ان تمام کتابوں کے حوالہ جات باقاعدہ نقل کئے اور ان کی فہرست شامل کتاب کی۔ ساتھ ہی ساتھ اشخاص، مقامات اور متفرق کے عنوان سے مفصل اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔

گویا یہ کتاب محض حسن ابدال کی تاریخ نہیں بلکہ کئی صدیوں کا چہرہ اس میں پڑھا جا سکتا ہے۔ ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب لاہور سے -/۵۶ روپے میں مل سکتی

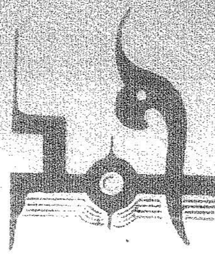
بقیہ: ملفوظات سراج الہند

کہ ہمارے پاس لے آنا۔ اُس طالب علم نے ایسے ہی کیا پھر اُس بلّی کو حضرت رح کے روبرو کھولا تو دیکھا کہ وہ سارا سونا ہے۔ پھر دوسرے روز طالب علم نے ایسے کیا تو پھر کچھ نہ ہُوا۔

۲۱۔ حضرت مولانا نے جب اوّل سال قرآن پاک حفظ کر کے سُنایا تھا۔ نماز تراویح کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ ایک سوار زرہ بکتر لگائے ہاتھ میں برچھا لیے تشریف لائے اور کہا حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں، جو لوگ وہاں تھے سب نے دوڑ کر اسے گھیر لیا، اور پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے اور آپ کیا فرما رہے ہیں۔ اس سوار نے کہا میرا نام ابوہریرہ رض ہے۔ مجھے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آج عبدالعزیز کا قرآن سُننے چلیں گے۔ پھر مجھ کو ایک کام کے لیے بھیج دیا۔ میں اس سبب سے دیر سے آیا ہوں یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔

۲۲۔ حضرت اقدس رح جب نماز جمعہ کے واسطے جامع مسجد تشریف لے جاتے تو عمامہ آنکھوں پر رکھ لیتے۔ شیخ فصیح الدین رح جو اکثر حاضر خدمت رہتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا حضرت جی رح اس کی کیا وجہ ہے جو آپ اس طرح رہتے ہیں۔ آپ رح نے اپنی ٹوپی اتار کر اس کے سر پر رکھ دی وہ فوراً ہی بیہوش ہو گئے، جب دیر سے ہوش میں آئے تو بتایا سو سوا سو کی شکل تو آدمی کی تھی باقی مجمع میں کوئی سؤر تھا کوئی بندر تھا، کوئی کُتّا تھا، کوئی ریچھ تھا۔ اس وقت مسجد میں کوئی پانچ چھ ہزار آدمی تھے۔ حضرت رح نے فرمایا میں اسی لیے نہیں دیکھتا۔

نوٹ:۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رح قدس سرہ کا بالکل ایسا ہی واقعہ مدینہ منورہ (مسجد نبوی ﷺ) میں جو ہوا تھا، "خدام الدین" مارچ ۱۹۶۲ء میں وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے تھے اندازِ خسروانہ سے پورا مطابقت



سرورؔ میواتی

تاباں ہے الٰہی نور ترا سورج میں چاند ستاروں میں
صحراؤں میں لالہ زاروں میں دریاؤں میں کہساروں میں

بے حکم ترے پتّہ نہ ہلے بے اذن ترے قطرہ نہ بہے
کوئی تنکا زمیں سے اُگ نہ سکے کوئی گُل نہ کھلے گلزاروں میں

سورج کبھی چاند کو پا نہ سکے رات آنہ سکے دن سے پہلے
کیا خوب تناسب رکھا ہے سیّاروں کی رفتاروں میں

ترے حکم سے دریا پھٹ جائیں کہسار سے چشمے پھوٹ بہیں
مہتاب کے ٹکڑے ہو جائیں گلزار بنیں انگاروں میں

تری ذات ہے واحد و لاثانی ہر حاجت سے ہے مستغنی
نسل اور نسب میں کوئی ترا مطلق نہیں رشتہ داروں میں

افلاک ہیں تیری ملکیت آفاق میں سب کچھ تیرا ہے
مذکور خدائی ہے تیری قرآن مجید کے پاروں میں

اب بارگہِ عالی میں دعا یہ سرورؔ خستہ حال کی ہے
کر دیجئے ہم کو بھی شامل اسلام کے خدمتگاروں میں

حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ

کی

دینی یادگار

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

کا

خصوصی نمبر

بیاد حضرت الشیخ السید العلام محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ

زیر ترتیب ہے

پاک و ہند کے علاوہ دنیائے عرب کی بعض نامور شخصیات کے مقالات و تاثرات سے مزین یہ شمارہ ان شاء اللہ عنقریب منظر عام پر آجائے گا۔

تاریخ اشاعت کا انتظار فرمائیں۔

ایجنٹ حضرات مطلوبہ تعداد سے مطلع فرمائیں۔

اور مشتہرین اشتہارات جلدی ارسال فرمائیں۔

(ادارہ)

دعائے مغفرت

جمعیۃ علماء اسلام کے مخلص و فعال کارکن جناب چوہدری منظور الٰہی صاحب گوندل ایڈووکیٹ لاہور ہائی کورٹ کے اکلوتے [illegible] چوہدری مسعود الٰہی گوندل (محلہ نور) پچھلے دنوں ۲۲ سال کی عمر میں دل کی تکلیف کے سبب اچانک انتقال کر گئے۔ مرحوم نے ورثہ میں والدین، ایک بھائی، بیوہ اور ایک [illegible] سوگوار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائیں اور انہیں مغفرت نصیب فرمائیں۔

ادارہ خدام الدین غمزدہ خاندان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ (علوی۔ مدیر)

بقیہ : اقوال

[illegible] دنیا علم ہیں۔

- انسان ضعیف ہے تعجب ہے کہ وہ کیونکر خدائے قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔
- بدبخت وہ شخص ہے جو خود تو مر جائے لیکن اس کا گناہ نہ مرے۔ (مرسلہ: عبدالواحد بیگ، ملتان)